جہاں نُما

مُصنّفہ

قلندرِ زَماں

حضرت مرشدنا سیّد اسد الرحمن قدسی اعلی اللہ مقامہم

ناشر

رحمانی پبلیکیشنز کراچی

۷۸۶

(جملہ حقوق بحق آستانہ قدسی محفوظ ہیں)

نام کتاب ________ جہاں نماں

تصنیف ________ حضرت سید اسد الرحمٰن قدسیؔ مدظلہٗ

طبع دوئیم ________ 2013ء

کتابت ________ رحمانی پبلیکشنز

ہدیہ ________ روپے

رَحمانی پبلیکیشنز

کمرہ نمبر 214 فرسٹ فلور سوامی نارائن بلڈنگ

شاہراہ لیاقت کراچی

فون نمبر 021-32214441–021-32626001

فیکس نمبر 35206474

E-mail:.yaallah@cyber.net.pk

astana.qudsi@gmail.com

فہرست

مقدمہ ۹

اللہ خالق ومخلوق ۱۴

عماء ۱۴

مشیّت وارادہ تخلیق وایجاد ۱۵

علم وقدرت قرب ومعیّت ۱۶

ربوبیت ورزاقت ۱۷

دُنیا ۱۹

ملاء اعلیٰ ۲۳

سدرۃ المنتہیٰ ۲۴

لوح وقلم جنت ودوزخ ۲۵

ملائکہ ۲۶

حضرت جبرئیلؑ ۲۷

معراج ۲۹

عنصریون ۳۱

مراتب ملائکہ ۳۳
روح ۳۵
اقسامِ روح ۳۸
شب قدر ۴۱
سیال مادہ ۴۲
آفاق ۴۴
آسمان ۴۵
سماوات ۴۶
کواکب ۴۷
شمس وقمر ۴۸
لیل ونہار ۴۹
افلاک و بروج ۵۰
ابرو بادو بارانِ رحمت پیداوار ۵۱
زمین دریا ۵۲
پرندے چوپائے ۵۳
آدمزاد ۵۴
نفس واحدہ ۵۶
جاندارمخلوقات ۵۸
جن ۶۰
انسان ۶۱

نزول عذاب ٦٥
خلافت ٦٦
مادّی جنت ٦٨
آدمؑ ٦٩
خناس ٧٧
شیطان ٧٧
ابوالبشر ٨٣
احرام ٨٤
خوابِ خلیل ٨٩
کعبہ مکہ مکرمہ ٩٠
لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیۡنٌ ٩١
شرک ٩٧
حیات شہدا ٩٩
برزخ ١٠١
موت اور زندگی ١٠٦
نبوت و رسالت ١٠٨
خواب ١١١
نفس ١١٢
نزولِ ملائکہ ١١٣
آیاتِ اسماءِ حسنیٰ ١١٦

یہ وِردِ افضل الاوراد، اشرف الاذکار، اور اعظم الاعمال ہے ۱۱۷
عُرس ۱۱۸
روحانیت ۱۲۲
عمل خیر ۱۲۵
ہر بیماری کا سریع الاثر نسخہ ۱۳۲
جادوگری ۱۳۳
خیروشر ۱۳۷
نتائج ۱۴۱
ادبار وتنزّل ۱۴۶
فریضہ تبلیغ ۱۵۰
فرقہ بندی ۱۵۱
احادیث صحیحہ ۱۵۹
عمل متواتر ۱۶۵
اہل سنّت والجماعت ۱۶۶
اصحابِ صُفّہ ۱۶۷
رہبانیت ۱۶۹
تبصرہ ۱۷۱
پانی دخان شعلہ ۱۷۲
سات آسمان ۱۷۴
ستارے ۱۷۶

سورج ۱۷۸
چاند ۱۸۰
آٹھ کڑے ۱۸۳
آیات ۱۸۴
عرش و کرسی ۱۹۲
دنیا کی عمر ۱۹۴
تجلیاتِ اسماء وظہورِ صفات ۱۹۸
قیامت ۲۰۰
نفخِ اوّل ۲۰۱
نفخِ ثانی ۲۰۳
فیصلہ ۲۰۴
عالم آخرت ۲۰۵

پیش لفظ

برادران سلسلہ عرصہ دراز سے تقاضہ کر رہے تھے کہ مرشد عالم قلندر زمان اعلیٰ اللہ مقامہم حضرت سید اسد الرحمٰن قدسیؔ مدظلہٗ کی ایمان پرور تصنیفات میں سے ایک '' جہاں نماں'' ہے وہ دو بارہ شائع کرائی جائے۔ تو جناب محمد عتیق رَحمانی صاحب (جن کو حضرت مدظلہٗ کے محب وعقیدتمندوں میں خاص مقام حاصل ہے) نے صحت صحیح نہ ہونے کے باوجود اپنی محبت وعقیدت کے ساتھ باہم مشاورت سے '' جہاں نماں'' کی درستگی اور آیات قرآنی ترجمہ کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اللہ جل شانہٗ انکو اس کار خیر پر اجر عظیم کی دولت سے نوازے۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارکہ ہے کہ '' میری کائنات کی بنائی ہر شہ پر غور وفکر کرو تم میرے قریب تر ہو جاؤ گے''۔ اس کائنات کے رموز سمجھنے کے لئے '' جہاں نماں '' کا مطالعہ ہی انسان کے ایمان کے لئے تقویت بخش ثابت ہوگا۔ اعلیٰ حضرت نے وضاحت کے ساتھ '' جہاں نما'' میں خالق ومخلوق، ارض سماء شمس وقمر اور عالم آخرت تک کے موضوعات قرآن کی رشنی میں آگاہی فرمادی۔ کتاب '' جہاں نما '' میں بعض آیات کے ترجمہ میں لفظی رعایت کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ فہم عام کی غرض سے اس کا مطلب بیان کر دیا ہے۔

قرآن مجید کی ساری تعلیمات کی غرض وغایت اور سب ہدایات واشارات کا منشاء یہ ہے کہ انسان اپنے معبود کو پہچانے، شرک ومعصیت سے بچے اور زندگی کی منازل کو خیر وخوبی کے ساتھ طے کر کے نعمائے جنت کا خود کو مستحق بنائے۔

اسرار حبیب رحمانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ؕ

شائقین طریقت میں سے اکثر اصحابِ ذوق قسم قسم کے سوالات اور طرح طرح استفسارات کرتے رہتے ہیں، اپنی فہم و اوراک اور اپنی معلومات کے مطابق جوابات دئے جاتے ہیں اب ان باتوں کو کتابی صورت میں جمع کر دیا گیا ہے، امید ہے تسکینِ خاطر کا باعث ہوگا۔

قرآن مجید سے مطالب اخذ کئے گئے ہیں اگر استنباط و استدلال میں کہیں سہوہوا ہوگا تو اپنی ہی ناقص عقل کا قصور ہوگا۔ آیات کے معافی اپنی جگہ قائم ہیں ان پر کوئی حرف گیری نہیں ہوسکتی، اپنی عقل و بصیرت کی روشنی میں جو کچھ آیات کریمہ سے سمجھ میں آیا اور تدبر و تفکر سے جو نتائج ذہن میں مرتب ہوئے ان کو جمع کر دیا گیا ہے۔

جس طرح ہیت وفلسفہ کے وقیانوسی مسلمات حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے اسی طرح تحقیقات جدیدہ کے نظریات بھی کالعدم ہو جائیں گے، ایک صحیح العقیدہ مومن کے لئے اتنی ہی معلومات کفایت کرتی ہے جتنی کہ انبیاء کے توسط سے پہنچی اسی پر غوروفکر کرنے سے روح میں تازگی اور ایمان میں استحکام پیدا ہو کر طمانیت قلبی حاصل ہوسکتی ہے۔

کتاب صراطِ مستقیم اور اطمینان قلب میں ضروری تعلیمات جمع کر دی گئی

ہیں۔ مذید معلومات کے لئے یہ کتاب سامان فکر ونظر مہیا کریگی، پھر اصل سرچشمۂ ہدایت تو ہر سچے مسلمان کے پاس ہے، قرآن مجید کی تلاوت تدبر کے ساتھ ہر مشکل کا حل ہے جہاں دینی عقائد کی مضبوطی کے لئے اجزائے ایمان کی تعلیم ہے۔ وہیں دنیاوی تنظیم کے لئے قانون شریعت کی تفصیلات ہیں، عبادات و مجاہدات، حقوق وفرائض، معاشرت ومعیشت، اخلاق و معاملات اور حدود حلال و حرام کی تعلیمات کے ساتھ تخلیق وسماوات و ارض میں غور وفکر کے لئے اشارات و ہدایات اور اپنی ہستی پر نظر ڈالنے کی تصریحات ہیں۔ اپنی عقل و بصیرت اور اپنے علم وفہم کے مطابق استفادہ حاصل کرکے اپنی استعداد و صلاحیت کے بموجب اور اپنے شعود و دانش کے موافق معرفتِ ربّ نصیب ہوسکتی ہے، بعض آیات کے ترجمہ میں لفظی رعاعت کوملحوظ نہیں رکھا بلکہ فہم عام کی غرض سے اس کا مطلب بیان کر دیا ہے۔

قرآن مجید کوئی ہیئت ونجوم کی کتاب نہیں ہے۔ نہ اس میں فلسفیانہ تُک بندیاں ہیں، نہ منطقیانہ موشگافیاں، محض ہماری محدود عقل، ہماری ناقص سمجھ اور ہمارے ناتمام علم کے لحاظ سے ہماری ہی گردوپیش کی چیزوں کا حال سادہ پیرایہ میں بیان ہوکر ہماری رہنمائی کا سروسامان ہوا ہے، چند امورغیبیہ کی طرف بھی ہمارے خیالات اور ہماری جزیات کے مطابق ہم کوتوجہ دلا کر ہماری زندگی کے لئے سعادت وفلاح کی راہیں کھولی گئی ہیں۔

ساری تعلیمات کی غرض و غایت اور سب ہدایات و اشارات کا منشاء یہ ہے کہ انسان اپنے معبود کو پہچانے، شِرک اور معصیت سے بچے اور زندگانی کی منازل کوخیر وخوبی کے ساتھ طے کرکے نعمائے جنت کا خود کو مستحق بنائے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾ (النحل ١٦۔ ٩٧)

جو کوئی اچھے عمل کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ سچا مومن ہو۔ تو ہم اس کی پاک زندگی بسر کرائیں گے اور ان کے نیک کاموں کا جو وہ کرتے تھے اجر دینگے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٢﴾ (الانفال ٨۔آیت ٢)

مومن تو بس وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اس کی آئتیں اُن کو سنائی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان کو بڑھاتی ہیں اور وہ اپنے ربّ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

معبود کو پہچاننے کے لئے اُس کی صفات اور ان کی آیات پر ہم کو غور وفکر کرنے کی ہدایت ہے، صفات اس کے اسمائے حسنیٰ سے معلوم ہوتے ہیں اور اس کی آیات ساری مخلوقات ہیں۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ مَّاۗءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ (البقرۃ ٢۔ ١٦٤)

بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدہ کے لئے چلتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ آسمان سے برساتا ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے اور اس میں ہر قسم کے

جانور پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کے اُلٹ پھیر میں اور اس بدلی میں جو آسمان زمین کے درمیان کام میں لگی ہے ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں، نشانیاں ہیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ۝۲۰ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۝۲۱ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ۝۲۲ (الروم ۳۰۔۲۰ تا ۲۲)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تم بشر ہو گئے چلتے پھرتے اور یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے پیدا کئے تا کہ تم ان سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان الفت اور مہربانی رکھدی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سوچتے ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا۔ اور تمہاری بول چال اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے اس میں علم والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ۝۲۰ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۝۲۱ (الذٰریٰت ۵۱۔۲۰ تا ۲۱)

یقین والوں کے لئے زمین میں بہت نشانیاں ہیں اور تمہاری ہستیوں میں بھی، کیا تم دیکھتے نہیں۔

مومنین صالحین کو آفاق و انفس میں غوروفکر کرنے آیات ومخلوقات پر نظر ڈالنے اور عقائد صحیحہ کے ساتھ اعمالِ صالح پر کار بند ہونے کی ہدایت ہے۔

شائقین طریقت ان ہی امور کے بارے میں سوالات و استفسارات کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس کتاب میں وہ سب معلومات جمع کر دی گئی ہے جس کا جاننا شائقین طریقت کے لئے ضروری ہے۔ وما توفیقی اِلّا باللہ

آستانہ بھوپال اسد الرحمٰن قدسی

یکم محرم ۱۳۶۸ھ 1948ء

اللہ

خالق ومخلوق

عماء

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ خلق کے پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا فرمایا فی عماءٍ عماء میں تھا۔

.عماء نفسِ ذات ہے اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ خلق کے پیدا کرنے سے پہلے عماء میں تھا اور خلق کے پیدا کرنے کے بعد بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا یعنی عماء میں۔

عماء کا ادراک محال ہے عقول اس میں متحیّر ہیں کوئی مفہوم ایسا نہیں ہے جو اس کو مصور کرے نہ کوئی معقول ایسا ہے جو اس کو مُشکّل کر سکے۔

اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذاتِ اقدس بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے جس تک مخلوق کی عقل وفہم نہیں پہنچ سکتی۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ،۴۲۔۱۱) اس جیسی کوئی چیز نہیں۔

جب اس کی مثل کوئی چیز نہیں تو پھر وہم وگمان کی بھی رسائی اس تک محال ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (الانعام ۶۔۱۰۳) نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں

کوئی مخلوق نہ تو ذاتِ باری تعالیٰ کو دیکھ سکتا، نہ اس کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی تھی۔

اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ (الاعراف ۷۔ ۱۴۳) مجھے دکھا میں تجھ کو دیکھوں

ارشاد ہوا

لَنْ تَرٰىنِیْ (الاعراف ۷۔ ۱۴۳) تو مجھے نہ دیکھ سکے گا

کوئی مخلوق نہ تو ذاتِ باری تعالیٰ کو دیکھ سکتا۔ نہ اس کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔

صحیح مسلم میں ابو ذرؓ سے راویت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اللہ کو دیکھا ؟ فرمایا۔ وہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے۔

اسے میں کیسے دیکھ سکتا ہوں۔(النور ۲۴۔ ۳۵)

مخلوق اپنے خالق کو اس کو صفتوں سے پہچانتی ہے۔

مشیّت وارادہ

وَرَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ (القصص ۲۸۔۶۸)

اور تیرا ربّ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (ھود ۱۱۔۱۰۷)

بیشک تیرا رب جو ارادہ کرتا ہے کر ڈالتا ہے

تخلیق و ایجاد

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ٘ وَّهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۶۲﴾ (الزمر ۳۹۔ ۶۲)

اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور ہر چیز کا نگران ہے

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ○(البقرة ٢۔١١٧)

آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا جب حکم دیتا ہے کسی چیز کا تو کہتا ہے ہو پس وہ ہو جاتی ہے

علم وقدرت

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡخَـلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ○ (الحجر ١٥۔٨٦)

عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ‌ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ○(الانعام ٦۔٧٣)

يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ‌ ؕ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡقَدِيۡرُ﴿۵۴﴾ (البقرة ٢۔١٠٩)

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ﴿۱۰۶﴾ (البقرة ٢۔١٠٦)

بیشک تیرا رب پیدا کرنیوالا، جاننے والا ہے۔ وہ جاننے والا ہے ہر غیب اور شہادت کو اور وہ حکیم وخبیر ہے۔ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ علیم وقدیر ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

قرب ومعیّت

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَنَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ ۖۚ وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ﴿۱۶﴾ (ق ٥٠۔١٦)

بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کے نفس میں گزرتا ہے اور ہم رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ﴿۴﴾ (الحدید ٥٧۔٤)

وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

انسان اور کائنات کی ہر چیز کا اللہ کی مشیت و ارادہ سے وجود وظہور ہوا ہے۔ اور اسی کے علم و امر سے جانداروں میں جان پڑی ہے۔ اور کوئی ذرہ بھی احاطۂ قدرت سے باہر نہیں ہے جب وہ کل موجودات کا شاہدِ حال ہے تو پھر بُعد کوئی چیز نہیں۔ جب ہر ہر ذرّہ اس کے احاطہ علم و قدرت کے اندر ہے اور خود انسان کو اپنی ذات اور اپنی ہستی کا ایسا علم نہیں جیسا کہ خالق کو ہے تو یہ یقین کر لینا چاہئے کہ اس کے علم و قدرت سے کوئی چیز دور اور الگ نہیں ہے۔

قرب ومعیّت سے یہ معنی اخذ کرنا کہ ذاتِ پاک کا ہر ہر ذرّہ میں بذاتہ وجود وظہور ہے تو یہ نہ صرف غلطی بلکہ نہایت درجہ گمراہی ہے۔

قرب ومعیّت کا عام طور سے یہ مطلب ومفہوم ہے کہ اللہ ہر جگہ حاضر ہے حالانکہ قرب ومعیّت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ ہر چیز اللہ کے علم میں حاضر ہے اور اللہ ہر چیز کے ہر ہر جز سے خبردار ہے اور ہر ہر ذرہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ (الملک ۶۷۔ ۱۴)

کیا جس نے پیدا کیا وہی اپنے مخلوق کے حال کو نہیں جان سکتا۔ وہ تو لطیف وخبیر ہے۔

وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

(ابراہیم ۱۴۔ ۳۸)

اور کوئی چیز زمین و آسمان میں اللہ سے چھپی ہوئی نہیں۔

ربوبیت ورزاقیت

جس طرح اس کی صفت خالقیت سے ہر چیز وجود وظہور میں آئی، اسی طرح

اس کی صفت ربوبیت و رزاقیت نے مخلوق کی پرورش کا سامان بھی مہیا کر دیا ہے۔ ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز ایک خاص تنظیم و تقسیم کے ساتھ مخلوق کو مل رہی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

(الحجر ۱۵۔۲۱)

اور کوئی چیز نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں۔ ہم جو کچھ نازل کرتے ہیں۔ مقررہ تنظیم و تقسیم اور مقررہ مقدار و اندازہ کے ساتھ نازل کرتے ہیں۔

اللہ نے اپنے مخلوق کی پرورش کے سب سامان اپنی قدرت کاملہ سے مہیا فرما دیئے ہیں۔ اور ضروریات زندگی کی سب چیزوں کا ایک خاص نظام و اندازہ مقرر فرما دیا ہے۔

وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (الرعد ۱۳۔ ۸)

اور اس کے پاس ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ (فاطر ۳۵۔۳)

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ (فاطر ۳۵۔۳)

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾ (الذٰریات ۵۱۔۵۸)

لوگو! اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا خالق بھی ہے؟ جو تم کو آسمان و زمین سے روزی دے۔ بیشک اللہ ہی رزاق ہے۔ زبردست قوت والا۔

صفات الٰہی اسماء حسنیٰ سے معلوم ہوتی ہے۔ صفات و اسماء بیشمار ہیں مخلوق کی محدود عقل جتنی صفات کو اسماء کے توسط سے پہچان سکتی ہے، بس اتنے ہی اسماء کا علم دیا گیا ہے یہ اسماء حسنیٰ تعداد میں سرسٹھ ۶۷ ہیں۔ ایک اسم ذات ہے اور چھیاسٹھ ۶۶ اسماء صفاتی ہیں ان ہی ۶۷ اسماء حسنیٰ کو پہچاننے سے خالق کی معرفت

حاصل ہوتی ہے۔

ذات کی صفتوں کو اس کے اسماء حسنیٰ سے اور اس کی شان کو اس کی آیات سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے اسماء صفات کو پہچاننے کے لئے آیات مخلوقات پر نظر ڈالنے اور اس میں غوروفکر کرنے کی ہدایت ہے۔

وہ امور غیبیہ جن کا ادراک محال ہے اور جو محدود عقل کی دسترس سے باہر ہیں۔ اُن کی حقیقت دریافت کرنا منع ہے کیونکہ وہ کسی طرح بھی محدود عقل وفہم میں نہیں سما سکتے۔ عرش وکرسی، لوح وقلم، ملائکہ، ارواح اور جنت و دوزخ کی نسبت جس قدر معلومات رسولوں کے ذریعہ بندوں تک پہنچی۔ اسی پر ایمان لانا اور يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کے زمرہ میں داخل ہونا چاہئے۔

دُنیا

دنیا میں رہنے والے بندوں کے لئے فکر کی جولانگاہ یہی دُنیا ہے۔ اس سے آگے فکر کی رسائی نہیں۔ تقویت ایمان کے لئے تخلیقِ آسمان وزمین میں فکر کرنے اور جو کچھ ان کے اندر ہے۔ اس میں غور کرنے کی ہدایت ہے۔ رسولوں نے غوروفکر کے لئے جو معلومات بندوں کے سامنے پیش کی ہیں۔ اس سے آگے قیاسی گھوڑے دوڑانا محض نادانی ہے۔ جس قدر معلومات بندوں تک پہنچائی گئی ہے۔ اس سے زیادہ معلومات کی ظرفِ انسانی میں گنجائش نہیں۔ ان ہی معلومات پر غوروفکر کرنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ اور مشاہدہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ قدرت کی کارفرمائی اور شان ربوبیت کا جلوہ ایقان کو بڑھاتا ہے اور بندہ اپنے معبود کو پہچان کر سچّے اعتقاد کے ساتھ فرائض عبودیت کی بجا آوری میں سرگرم عمل ہو جاتا ہے۔

اللہ جل شانہٗ نے بیشمار عوالم کی ایجاد کے بعد جب چاہا کہ دنیا بنائے تو ارادہ کے ساتھ ہی علم الٰہی کے بموجب دنیا کا خاکہ بشکل دائرہ نمودار ہوا جو مثل دھوئیں کے تھا۔ اور اس کے وسط میں ایک مختلف عناصر کا ملا جلا ڈھیر تھا۔ وہ دھوئیں کا دائرہ سماء دنیا ہے اور وہ عناصر کا مِلا جُلا ڈھیر مادہ تھا جس کو قدرت نے الگ الگ کیا۔

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ (الانبیاء ۲۱۔ ۳۰)

سماوات اور زمین ملے جلے ڈھیر تھے ہم نے ان کو الگ الگ کیا

پہلے اللہ جل شانہٗ نے دو دن میں کرۂ ارض بنایا۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ۝۹ (فصلت ۴۱۔۹)

کہو کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔ جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم اس کا ہمسر ٹھہراتے ہو۔ وہ سب جہانوں کا ربّ ہے۔

جب دو دن میں زمین ہموار ہو چکی تو۔

وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ (حٰم السجدہ ۴۱۔ ۱۰)

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ ۝۱۱ (حٰم سجدہ ۴۱۔۱۱)

اس نے اس کے اوپر پہاڑ رکھدئے اور اس میں برکت دی اور اُس میں غذائیں ٹھہرائیں۔ چار دن میں یہ سب ہوا۔ پھر سماء دنیا کی طرف متوجہ ہوا۔ اور دُھواں تھا پس آسمان کو اور زمین کو فرمایا کہ تم دونوں آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ آسمان اور زمین نے کہا ہم خوشی سے آئے۔

جب چار دن میں زمین اور آسمان بن گئے تو اس مادّہ سے جس کے ایک حصہ سے کرۂ ارض بنایا تھا۔ دو دن میں سات آسمان بنائے۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا ؕ

(حٰم سجدہ ۴۱۔ ۱۲)

پھر دو دن میں سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس کے متعلقہ امور کی وحی کی۔

جب سماءِ دنیا زمین اور سات آسمان چھ دن میں بن گئے تو

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾

(حٰم سجدہ ۴۱۔ ۱۲)

ہم نے سماء دنیا کو جگمگاتے تاروں سے سجایا اور حفاظت کا بندوبست کیا۔ یہ سب علم الٰہی کے بموجب ہوا۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ (الاعراف ۷۔ ۵۴)

بیشک تمہارا ربّ اللہ ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ (۶) دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر متمکن ہوا۔ وہ رات کو دِن پر ڈھانک دیتا ہے جو لپکی چلی آرہی ہے۔ اور سورج، چاند، ستارے۔ اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ سُن لو! اُسی نے سب کچھ پیدا کیا اور اسی کا حکم سب میں جاری ہے۔ اللہ برکت والا ہے۔ سب جہانوں کا رب ہے۔

جب دُنیا ارادۂ الٰہی سے وجود میں آئی تو پہلے سماءِ دنیا بشکل دائرہ دھوئیں کی

طرح نمودار ہوا جس کے وسط میں مختلف عناصر کے ملے جُلے مادّہ کا ڈھیر تھا جس کو قدرت نے الگ الگ کر کے ایک حصہ سے کرۂ ارض بنایا اور ایک حصہ سے سات آسمان۔

پہلے دو دن میں زمین بنائی۔ پھر دو دن میں پہاڑ جنگل دریا بنائے اور سماء دنیا کو محفوظ کر کے تاروں سے مزین کیا۔ سات آسمان اور مادّہ سے جس کے ایک حصہ سے زمین بنی۔ دو دن میں بنائے۔ اور سورج، چاند، ستاروں کی گردش مقرر فرمائی۔ یہ سب کارخانۂ عالم چھ دن میں بنا۔

طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک دن ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ (الانبیا ۲۱۔ ۳۳)

اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔ (یعنی مقررہ دوائر پر چل رہے ہیں)

جب سورج نہیں تھا، دن کتنا بڑا ہوتا تھا۔

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ (الحج ۲۲۔ ۴۷)

اور بیشک تیرے ربّ کے نزدیک ایک دنِ ایسا ہے جیسے تمہارے شمار سے ایک ہزار برس۔

آیتِ پاک سے معلوم ہوا کہ وہ دن جس میں اللہ جل شانہٗ نے دنیا کو خلق فرمایا ہمارے دنیاوی شمار سے ایک ایک ہزار برس کا تھا۔

جس طرح زمین ایک کرۂ ہے۔ اسی طرح سات آسمان بھی کرۂ ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ (الطلاق ۶۵۔ ۱۲)

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان خلق فرمائے۔ اور زمین بھی اُن کی مثل۔

وَمِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَثَّ فِیۡہِمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ ؕ
(الشوریٰ ۴۲۔ ۲۹)

اللہ کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا۔ اور ان دونوں میں جانداروں کا پھیلانا۔

آیات شریفہ سے معلوم ہوا کہ زمین کی طرح سات آسمانوں میں بھی جاندار آباد ہیں۔ جب جاندار آباد ہیں تو ضروریات زندگی ضروری ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ سات آسمانوں کا نظام بھی مثل زمین کے ہے۔ یعنی دن رات، ماہ وسال، ابر وبارش، جنگل، پہاڑ، دریا، چشمے، معدنیات، نباتات اور حیوانات سب کچھ ہے۔ جس طرح زمین پر نزول امر ہوتا ہے۔ اسی طرح آسمان پر بھی۔

یَتَنَزَّلُ الۡاَمۡرُ بَیۡنَہُنَّ (الطلاق ۶۵۔ ۱۲)

آسمانوں اور زمین میں امرِ الٰہی نازل ہوتا ہے۔

ملاء اعلیٰ

عرش عظیم سے امرِالٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ پہلے سدرۃ المنتہٰی پر جسے عالم امر کہتے ہیں نازل ہوتا ہے۔ پھر عالم ارواح اور سات آسمانوں اور زمین میں اترتا ہے۔

برزخ یا عالمِ مثال سماءِ دنیا میں ہے اس سے اوپر عالمِ ارواح ہے۔ اس سے آگے عالمِ امر ہے جو سدرۃ المنتہٰی ہے۔ جنت سدرۃ المنتہٰی کے پاس ہے اور جنت کے نیچے دوزخ ہے۔

بعض اہل عِلم آٹھ عالم مانتے ہیں۔

(۱) عالمِ نور (عالمِ ظہورِ صفات، عالمِ لوحِ محفوظ، عالمِ غیب)
(۲) عالمِ امر (سدرۃ المنتہیٰ، عالم ملائکہ مقربین)
(۳) عالمِ ارواح (جنت و دوزخ، عالم ملائکہ عالین)
(۴) عالمِ مثال (عالمِ نمو، عالمِ تصویر، عالمِ وجود)
(۵) عالمِ برزخ (عالمِ ممات، عالمِ عذاب وثواب)
(۶) عالمِ شہادت (دنیا،مخلوقات)
(۷) عالمِ ملکوت (کرسی، عالمِ عناصر، عالمِ موجودات)
(۸) عالمِ آخرت (عالمِ حیات)

سدرۃ المنتہیٰ

جس مقام پر ہر شے کی ابتدا اور انتہا ہے۔ اور ہر کام کا آغاز وانجام ہے اس کوسدرۃ المنتہیٰ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

سِدرۃ ایک سرحد ہے جو عماء اور موجودات کے درمیان بطور برزخ کے ہے۔ عماء کا ادراک محال ہے۔ اس لئے ہم نے اس کو جہانِ نور کہا ہے۔

سدرہ مقام ہے ملائکہ مقربین کا جن کے سرخیل حضرت جبرئیلؑ ہیں۔ سدرہ ایک منزل ہے جو جہانِ نور اور عالمِ ارواح کے درمیان ہے۔ سدرہ سے اوپر عماء ہے۔ اور سدرہ سے نیچے عالمِ ارواح ہے۔

سدرہ عالمِ امر ہے۔ جہاں اللہ جل جلالہٗ کا امر عرش عظیم سے لےکر ملائکہ نوری اترتے ہیں سدرہ سے سماء دنیا تک ملاء اعلیٰ ہے۔ جس میں ملائکہ عالین ہیں۔ جن کے سرخیل حضرت میکائیلؑ ہیں۔ ملاء اعلیٰ میں سدرہ کے قریب جنت

ہے اور اس کے نیچے دوزخ ہے۔ ملاء اعلیٰ میں ہی عالمِ مثال اور برزخ ہے ملاءِ اعلیٰ ہی عالمِ ارواح ہے۔جس میں جنت دوزخ ہے عالمِ مثال اور برزخ کے سوا بیشمار روحانی عوالم ہیں۔

لوح وقلم

لوح وقلم سے ظہورِ صفات مراد ہے۔ ذات پاک نے جب چاہا کہ صفات ظاہر ہوں تو مشیت الٰہی کے بموجب قلم قدرت نے علم الٰہی کے مطابق جملہ تقدیرات لوح محفوظ پر لکھیں۔ لوح وقلم کی حقیقت جاننا عقلِ انسانی کے لئے محال ہے۔ بس اس قدر جاننا ایک مومن کے لئے کافی ہے کہ لوح وقلم سے ظہورِ صفات مراد ہے۔ غیب و شہادت اور قضا و قدر کے جملہ امور مشیت الٰہی کے بموجب قلم قدرت نے علم الٰہی کے مطابق لوح محفوظ میں لکھے۔ لوح محفوظ کو کتاب مبین، کتابِ حفیظ، ام الکتاب بھی کہا جاتا ہے۔

جنت و دوزخ

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (الحدید۵۷۔۲۱)

اور جنت کی وسعت آسمان وزمین کے برابر ہے

جب جنت کی وسعت آسمان وزمین کے برابر ہےتو دوزخ کی وسعت بھی کم نہ ہوگی۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (الاعراف۷۔۱۷۹)

اور ہم نے بکثرت جن وانس دوزخ ہی کے لئے پیدا کئے ہیں۔

ملائکہ

اس دنیا کی ہر چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان سب کی تخلیق مادّہ سے ہے۔ مادہ عناصر سے مرکب ہے اور عناصر کی حقیقت و ماہیت کا جاننا عقل انسانی کی دسترس سے باہر ہے۔ ہم کو صرف عناصر کے آثار و خواص کا علم دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ عناصر بھی مفرد نہیں ہے، بلکہ مختلف اجزاء وقویٰ سے مرکب ہیں۔

ملائکہ کی ہستی غیر مادی ہے۔ غیر مادی عوالم بے انتہا ہیں۔ جن تک انسانی عقل کی رسائی نہیں۔ ملائکہ کی نسبت صرف اس قدر معلومات سے آگاہ کیا گیا ہے۔

سدرۃ المنتہٰی سے اوپر عرش تک جہانِ نور ہے۔ اس میں سب ملائکہ نوری ہیں۔ ان کے تین مرتبے بتائے گئے ہیں۔ پہلے مرتبہ میں حاملین عرش ہیں جو عرش عظیم کو اٹھائے ہیں، دوسرے مرتبہ میں صف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں حاملین عرش اور صف بستہ اللہ عزوجل کی حمد و تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

(غافر ۴۰۔ ۷)

جو عرش اٹھائے ہیں اور جو عرش کے گرد صف بستہ ہیں وہ سب اپنے رب کی حمد و تسبیح پڑھتے ہیں۔

تیسرے مرتبہ میں وہ ملائکہ ہیں۔ جو اللہ کا امر سدرۃ المنتہٰی تک پہنچاتے ہیں۔ سماءِ دنیا سے اوپر سدرۃ المنتہٰی تک سب ملائکہ روحانی ہیں۔ پہلے اللہ عزوجل کے امر سدرۃ المنتہٰی پر اُترتے ہیں۔ پھر وہاں سے روحانی ملائکہ جو امور جس عالم سے متعلق ہوتے ہیں وہاں پہنچاتے ہیں۔ روحانی ملائکہ مختلف خدمات پر مامور

ہیں۔جن کی تفصیل سے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا۔

حضرت جبرئیلؑ

روحانی ملائکہ میں سے ایک بہت معزز ومقرب ہیں۔جن کا نام نامی جبریلؑ ہے جو روح القدس اور روح الامین کے لقب سے سرفراز ہیں۔

اللہ جل شانہٗ کا امر نوری ملائکہ عرش سے لیکر حضرت جبریلؑ پر ہی عالمِ امر میں اترتے ہیں۔ پھر حضرت جبریلؑ ہی جو امر جس عالم کی نسبت ہوتے ہیں وہاں نازل کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی جو کلام حق اترتا ہے وہ بھی حضرت جبریلؑ ہی اتارتے ہیں۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۝۱۰۲ (النحل ۱۶۔۱۰۲)

کہہ دو کہ اس قرآن کو روح القدس نے تمہارے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ اتارا ہے۔ تاکہ انہیں ثابت قدم رکھے جو ایمان لائے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت و بشارت ہو۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝۱۹۲ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ۝۱۹۳ عَلٰى قَلْبِكَ (الشعرآء ۲۶۔ ۱۹۲ تا ۱۹۳)

اور بیشک یہ قرآن ربّ العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ روح الامین اسے لیکر تیرے قلب میں اترا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام انبیاء پر بموجب امر الٰہی فرمان حق نازل کرتے ہیں۔ وحی قلب پر ہوتی ہے۔ معانی ومطالب کا نزول ہوتا ہے جو رسول کی زبان

کا جامہ پہنتے ہیں۔ پورا قرآن وحی ہے جو وقتاً فوقتاً حضرت جبریلؑ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل کی۔ جس نے عربی مبین کے الفاظ کا جامہ پہنا۔

جنت میں بھی روحانی ملائکہ مامور ہیں۔ دوزخ پر بھی روحانی ملائکہ متعین ہیں۔ سماء دنیا سے اوپر جس قدر بھی روحانی عوالم ہیں سب میں روحانی ملائکہ ہیں۔

نوری ملائکہ سدرۃ المنتہیٰ سے نیچے نہیں اترتے۔ اسی طرح روحانی ملائکہ سماء دنیا سے نیچے نہیں اترتے۔ حضرت جبریلؑ کا قرآن لیکر حضرت ختم الانبیاء کے قلب پر اُترنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جبریلؑ نے خاتم النبین کے قلب میں وحی اُتاری۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریلؑ کو دوبار دیکھا ہے پہلی مرتبہ جب انشراح صدر ہو کر عالمِ ملکوت کا مشاہدہ ہوا۔ اور ملکوت السموات والارض کی سیر کے بعد سماء دنیا منکشف ہوا۔ تو ملاء اعلیٰ کے افق مبین پر دیکھا۔ **وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ﴿۲۳﴾** (التکویر ۸۱۔ ۲۳) سب سے پہلی وحی بھی اسی مراقبہ میں ہوئی۔ اور اسی دن سے نبوت کا آغاز ہوا۔ پہلی وحی کے بعد حضرت جبریلؑ بموجب امرِ الٰہی وقتاً فوقتاً دل میں اُتارتے رہے۔ پہلی وحی بالمشافہ ہوئی تھی۔

ہمارے نبی کریم نبوت سے قبل اکثر غارِ حرا میں معتکف ہو کر عبادت و مراقبہ میں مشغول رہا کرتے تھے جب امرِ الٰہی کے بموجب وقت آیا تو انشراح صدر ہو کر عالمِ ملکوت کا مشاہدہ ہوا۔

ملاء اعلیٰ کے افق مبین پر حضرت جبریلؑ کو دیکھا حضرت جبریلؑ نے قریب ہو کر اقرا کی ۵ آیتیں پڑھائیں اور ان کا مطلب ومفہوم قلب پر وحی کیا پھر پورا

قرآن اسی طرح اپنے اپنے مواقع پر قلب میں نازل کرتے رہے پہلی وحی غارِ حرا
میں بحالت اعتکاف و مراقبہ ستائیسویں شب ماہِ مبارک رمضان میں ہوئی تھی۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ
اَوْحٰى ۝۱۰ (النجم ۵۳۔ ۵ تا ۱۰)

زبردست قوت والے طاقتور نے اس کو پڑھایا وہ افق اعلیٰ پر تھا سیدھا ہوا پھر
قریب ہو کر جُھکا کہ دو کمانوں کا۔ یا اُس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر اس نے
اللہ کے بندے پر وحی کی۔

جب معراج میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچائے گئے۔
وہاں بھی حضرت جبریلؑ کو دوسری بار دیکھا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝۱۵
اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝۱۷ لَقَدْ رَاٰى مِنْ
اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝۱۸ (النجم ۵۳۔ ۱۳ تا ۱۸)

دوسری بار جبریلؑ (کو) دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے قریب جنت ہے۔
اس وقت سدرہ پر جو جلوہ چھا رہا تھا۔ اس سے نہ نظر بہکی نہ اچٹی۔ اپنے ربّ کی
بڑی بڑی نشانیاں بھی دیکھیں۔

معراج

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معراج ایک روحانی سیر تھی اس سیر میں حق تعالیٰ
جل مجدہٗ نے حضرت کو افق اعلیٰ کے اس بلند ترین مقام تک پہنچایا۔ جس کو سدرۃ

المنتہیٰ کے نام سے موسوم فرمایا گیا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ مخلوق وہاں نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ اور اس کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا۔

حضرت جبریلؑ کے اس قول میں جو احادیث میں منقول ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا۔

''اگر میں ایک بالشت بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں''

جو لوگ باطنی امور سے ناآشنا ہیں۔ ان کے لئے یہ بحث کہ معراج بیداری میں ہوئی یا خواب میں۔ جسم کے ساتھ ہوئی یا بغیر جسم کے نامناسب ہے۔

بس اس قدر جاننا کافی ہے کہ معراج ہوئی اور افق اعلیٰ پر اس مقام قرب تک پہنچائے گئے۔ جہاں کوئی اور نہ پہنچ سکا۔

بندوں تک فرمانِ الٰہی انبیاء پہنچاتے ہیں جو بندوں ہی میں سے منتخب ہوتے ہیں اور انبیاء تک فرمان الٰہی حضرت جبریلؑ بموجب امرِ الٰہی پہنچاتے ہیں یا تو قلب پر نازل کرتے ہیں۔ بطور وحی یا بشکل صحائف و الواح، اس لئے حضرت جبریل کو بھی رسول کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور فرمان حق کو رسول کا قول کہا ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ (التکویر ۸۱۔ ۱۹ تا ۲۱)

بیشک یہ معزز رسول کا قول ہے جو قوت والا' مالکِ عرش کا مقرب' قابلِ اطاعت اور امین ہے۔

روحانی ملائکہ سماء دنیا سے نیچے نہیں اترتے۔ مگر اُن کا تصرف بموجب امرِ الٰہی اس مادی دنیا میں ہوتا ہے۔

عنصریون

سماء دنیا سے نیچے زمین اور سات آسمانوں میں مادی ملائکہ ہیں جو عنصریون کہلاتے ہیں: یہ جسم رکھتے ہیں مگر غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ (فاطر ۳۵۔۱)

اللہ ہی کے لئے حمد ہے جو پیدا کرنیوالا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور بنانے والا ہے فرشتوں کو قاصد۔ جو دو، دو۔ تین، تین۔ چار، چار بازو والے ہیں۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے اپنی مخلوق میں بڑھاتا ہے۔

مادی ملائکہ کی خدمات میں سے چند ہم کو بتائی گئی ہیں۔ یہ ملائکہ اگرچہ عنصری مخلوق ہیں مگر بہ سبب غیر مرئی ہونے کے بعض مواقع پر اُن کو روح بھی کہا گیا ہے۔

عرش سے جو فرمان عالم امر میں نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے جو اس مادی دنیا سے متعلق ہوتے ہیں۔ وہ عالم امر سے ان ملائکہ عنصریون پر جو ملاءِ اعلیٰ سے قریب ہیں۔ نازل ہوتے ہیں۔ اور وہاں سے ساتوں آسمانوں اور زمین میں جس جہان سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔ وہاں اتارے جاتے ہیں۔

عنصری ملائکہ سب معصوم و مجرد ہیں۔ دن رات حمد و تسبیح کرتے ہیں اور جو حکم الٰہی ہوتا ہے بڑی سرگرمی سے بجالاتے ہیں۔

عنصری ملائکہ کی وہ چند خدمات جن سے ہم کو آگاہ کیا گیا ہے، یہ ہیں:۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲

(الانفطار ۸۲۔۱۰ تا۱۲)

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (الانعام ۶۔۶۱)

اور بے شک تمہارے اوپر محافظ ہیں کراماً کاتبین تم جو کچھ کرتے ہو وہ جانتے ہیں تمہارے اوپر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو وہی ہمارے بھیجے ہوئے نگہبان اس کی جان نکالتے ہیں۔

جو لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے ایک خاص فرشتہ متعین ہوتا ہے جو ہر طرح کی روحانی مدد کرتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ
(المجادلہ ۵۸۔۲۲)

یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور روح سے تائید کی ہے۔

اس آیت شریف میں فرشتے کو روح کہا ہے۔ اسی طرح ایک اور موقع پر فرشتے کو روح کہا ہے۔

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم ۱۹۔۱۷)

ہم نے اس کی طرف روح کو بھیجا۔ بس وہ پورے انسان کی مثل اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔

جب کسی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے تو فرشتے ہی عذاب لے کر اترتے ہیں۔

وَمَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ (الحجر ۱۵۔۸)

اور ہم فرشتوں کو نہیں بھیجتے مگر فیصلہ کے ساتھ اور جب مہلت نہیں دی جاتی۔

کبھی فرشتے اللہ کے حکم سے انسانی شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ

قوم لوطؑ پر جب عذاب نازل ہوا تو فرشتے انسانی شکل میں ہی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا۔

یٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ (ھود ۱۱۔۸۱)

اے لوط ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔

یہی فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی انسانی شکل میں گئے تھے اور حضرت اسحاقؑ و یعقوبؑ کی خوشخبری دی تھی۔ سورہ ھود میں پورا قصہ ہے۔

مراتب ملائکہ

ملائکہ کی تین قسم بتائی گئی ہیں۔

نورانی، روحانی، مادی۔

ملائکہ نوری کے تین مرتبے بتائے گئے ہیں۔

عرش بردار، صف بستہ، پیغامبر

روحانی ملائکہ کے دو درجے

مقربین عالین

ملائکہ مقربین کے سرخیل حضرت جبریلؑ ہیں۔

ملائکہ عالین کے سرخیل حضرت میکائیلؑ ہیں۔

بعض اصحاب مکاشفہ کہتے ہیں کہ روحانی ملائکہ کا ایک تیسرا درجہ اور بھی ہے جن کا وجود نور وظلمت کے اجتماع سے ہے ان میں بعض کے وجود میں نور غالب ہے ظلمت پر یہ انتظام جنت پر مامور ہیں بعض کے وجود میں ظلمت غالب ہے۔ یہ دوزخ پر متعین ہیں اور جن میں نور وظلمت مساوی ہے یہ سماءِ دنیا کے پاسبان ہیں۔

مادّی ملائکہ کے کئی درجے اور مرتبے ہیں یہ سب انتظام دنیا پر مامور ہیں۔

مادّی ملائکہ کی تین قسمیں ہم کو بتائی گئی ہیں۔

دو دو بازو والے، تین تین بازو والے، چار چار بازدو والے

اصحاب مکاشفہ کا بیان ہے کہ چار چار بازو والے ملاءِ اعلیٰ سے امرِ الٰہی اور ارواح کو لیکر سورج میں اترتے ہیں اور سورج کا سارا انتظام ان سے متعلق ہے۔ تین تین بازو والے کرسی سے احکام لیکر سات آسمانوں اور زمین کی سطح مرتفع پر قطبِ شمالی میں اترتے ہیں سات آسمان اور زمین کا انتظام فضائی ان سے متعلق ہے اور دو دو بازو والے زمین اور آسمانوں کے اندرونی انتظام پر متعین ہیں۔

روح مجرد کوئی شکل اور صورت نہیں رکھتی جملہ ارواح مجردہ شکل وصورت سے معرّیٰ اور جسم و بدن سے بے نیاز ہیں یہ ارواح مجردہ اس مادی دنیا میں نہیں ہیں مادی دنیا میں تو ملائکہ بھی مادی جسم رکھتے ہیں جو برف و آتش سے بنا ہے یہ عنصری ملائکہ مجرد اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان میں تو الدو تناسل نہیں ہے اور شر سے قطعاً پاک ہیں، ان کو روح اس لئے کہا گیا کہ ان میں موت نہیں ہے جب سے وجود میں آئے ہیں موجود ہیں اور ان کا بدنِ مثالی اور جسم عنصری جدا نہیں ہے ایک ہی ہے قوت انکی بے پناہ ہے یہ صرف حمد و تسبیح سے تغذیہ حاصل کرتے ہیں۔

نورانی ملائکہ کوئی مثالی بدن نہیں رکھتے۔ اس لئے ان کو ارواح مجردہ کہہ سکتے ہیں، روحانی ملائکہ، روحانی جسم اور شکل وصورت رکھتے ہیں جو مثالی بدن سے جدا گانہ اور مختلف ہے۔

نورانی ملائکہ سدرۃ المنتہیٰ سے نیچے نہیں اُترتے اور روحانی ملائکہ سماء دنیا سے نیچے نہیں اترتے، مادی ملائکہ جو عنصریون کہلاتے ہیں ملاءِ اعلیٰ سے زمین اور سات

آسمانوں میں آتے جاتے اور رہتے ہیں کیونکہ انتظام عالم پر مامور ہیں۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ (المدثر ۷۴۔۳۱)

تیرے رب کے لشکروں کو تو سوائے اس کے کوئی جانتا ہی نہیں۔

روح

ہمیں روح کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ امرِ الٰہی سے ہے اور امر کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ عزوجل جب کوئی ارادہ فرماتا ہے تو کہہ دیتا ہے ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔

(۱) **اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ** (یٰسٓ ۳۶۔۸۲)

اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی کام یا کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے ''کُن'' پس وہ کام ظہور میں یا وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

(۲) **قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ** (الاسرآء ۱۷۔۸۵)

کہہ دو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔

(۳) **يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ** (السجدہ۔ ۳۲۔۵)

اللہ آسمان سے زمین تک امر کا انتظام کرتا ہے۔

(۴) **تَنَزَّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ** (القدر ۹۷۔۴)

فرشتے اور روح اس (شب قدر) میں اپنے رب کی اجازت سے سب حکم لیکر اترتے ہیں۔

(۵) **فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ**

(الدخان ۴۴، ۴ تا ۵)

اس (شب قدر) میں ہر فیصل شدہ امر ہمارے حکم سے جدا کیا جاتا ہے۔ ہم ہی بھیجتے ہیں۔

پہلی آیتِ کریمہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ جل جلالہٗ جب کسی کام یا کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو پس وہ کام ظہور میں آجاتا ہے، یا وہ چیز وجود میں آجاتی ہے، اس سے یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ امر ارادہ سے متعلق ہے۔

دوسری آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ روح امر رب سے ہے۔ ارادہ کے بعد پیدا ہوتی ہے اس سے پہلے علم الٰہی کے سوا اس کا کہیں وجود نہیں ہوتا۔

تیسری آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سمائے دنیا سے زمین تک امر کی تدبیر کرتا ہے۔ اس سے یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ آسمان سے زمین تک امر تدبیر سے متعلق ہے۔

چوتھی اور پانچویں آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شب قدر میں فرشتے پیدا ہونے والی ارواح کو اور انتظام عالم سے متعلق سب احکام کولیکر اترتے ہیں۔

پانچوں آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ امر کی دو قسم ہیں، ایک امر ارادی، دوسرا امر تدبیری، امر ارادی سے ہر کام کا ظہور یا ہر چیز کا وجود ہوتا ہے، جیسے:

جب اس نے چاہا کہ دنیا بنائے تو 'کُنْ' کہا، رحمت کا دریا موجیں مارنے لگا پانی سے بخارات اُٹھ کر دائرہ کی شکل میں محیط ہوگئے اور منجمد مادہ رہ گیا۔

جو کام یا جو چیز پہلے سے نہ ہو اور امر سے ظہور میں یا وجود میں آئے تو یہ امر ارادی ہے اور جو کام ظہور میں آچکا ہو یا جو چیز وجود میں آچکی ہو اس کا انتظام امر تدبیری ہے جیسے:

مادّہ سے زمین بنائی۔ اس میں پہاڑ، جنگل، دریا بنائے۔ سماء دنیا کو سقف

محفوظ بنایا۔ چمکتے تاروں سے مزین کیا، سات آسمان مضبوط بنائے۔ زمین اور سات آسمانوں میں جاندار پیدا کئے۔ ان کی غذا اور ضروریاتِ زندگی کا انتظام کیا، فرشتے متعین کئے ہر کام اور ہر چیز کا ایک قاعدہ اور ایک اندازہ مقرر کیا۔

امر کا نزول جیسے زمین پر ہوتا ہے ایسے سات آسمانوں پر ہوتا ہے۔

فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (فصلت ۴۱۔۱۲) ہر آسمان میں اس کا امر ہے

امر تدبیری کا نزول سماء دنیا سے زمین تک ہے۔ اور سات آسمان چونکہ سماء دنیا اور زمین کے درمیان میں تہ پر تہ یعنی پست و بلند ہیں۔ اس لئے یہ بھی امر تدبیری کے اندر ہیں۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ سماء دنیا سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک روحانی دنیا ہے وہاں موت وزیست توالد وتناسل وغیرہ امور کا سلسلہ نہیں ہے اس لئے وہاں تدبیر جاری نہیں۔ وہاں کی ہر چیز منظم اور وہاں کا ہر کام منظم ہے۔ روحانی دنیا میں زندگی ہے وہاں جو ہیں جب سے وجود میں آئے زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔

مادی دنیا میں جو پیدا ہوتے ہیں پیدائش سے قبل ان کا وجود علم الٰہی کے سوا کہیں نہیں ہوتا۔ سب پیدا ہونے والی روحیں امرِ الٰہی سے وجود میں آتی ہیں جن وانس کی روحیں امرِ الٰہی سے وجود میں آکر اپنی جنس کے مطابق مثالی بدن اختیار کرتی ہیں اور جب تک مادی دنیا میں پیدائش نہ ہو۔ عالم مثال میں رہتی ہیں اور موت کا عالم طاری رہتا ہے۔

كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (البقرة ۲۔۲۸)

تم مردہ تھے، پس تم کو زندہ کیا، پھر تم کو موت دیگا۔ پھر تم کو زندہ کرے گا۔

بعض محققین صرف دو عالم کے قائل ہیں۔ ''غیب اور شہادت'' اور ان دونوں

کے درمیان میں برزخ ہے۔

عالمِ غیب میں عالمِ عرش، عالم ملائکہ، اور جنت و دوزخ کو بیان کرتے ہیں اور روح کے بارے میں ان کا بیان ہے کہ جب کوئی حیوانی جسم اپنی جنس کے مطابق قدرت کے قوانین کے ماتحت سراپا اختیار کر کے پیدائش کے قابل بنتا ہے تو امرِ الٰہی سے اس میں روح داخل ہو جاتی ہے۔

جن و انس میں ایک خاص شے ودیعت ہوتی ہے جسے نفس کہتے ہیں دیگر جانداروں میں یہ چیز نہیں ہوتی۔ اسی لئے جن و انس مکلف ہیں۔ نفس وہ ہے جس سے عقل اور تمیز ہے روح وہ ہے جس سے سانس اور حرکت ہے۔

بعض محققین دو روح کے قائل ہیں ایک روح حیوانی جو مدبر بدن ہے جس سے جسد کو حیات ملتی ہے اور جو نظامِ جسمانی کو چلاتی ہے۔ طبّی اصطلاح میں اس کو طبیعت کہتے ہیں جو عناصر کے امتزاج و ترکیب اور اجزائے مادی کی کمیت و کیفیت سے وجود میں آتی ہے۔

دوسری روح امری ہے جو دین و شریعت سے مکلف ہے۔ روح امری ایک مثالی بدن بھی رکھتی ہے یہی نفس ہے۔

روح کے بارے میں محققین کی رائیں مختلف ہیں ہم کو ان سب قیاسی رایوں سے قطع نظر کر کے صرف اسی قدر جاننا چاہئے کہ روح امرِ رب سے ہے اور بس۔

اقسامِ روح

ملائکہ عنصریون میں روح ملکی ہے۔

جنات میں روح جنی ہے۔

انسان میں روح انسانی ہے۔

حیوان میں روح حیوانی ہے۔

غیر مرئی جانداروں میں روح عنصری ہے۔

جراثیم میں روح جرثومی ہے

بخاراتی جانداروں میں روح نامی ہے۔

جن و انس دین و شریعت سے مکلف ہیں روز حشر اپنے عقائد و اعمال کے بموجب سزا و جزا پائیں گے۔

حیوانات بھی محشور ہوں گے، اور فنا کر دئے جائیں گے۔

غیر مرئی جاندار جو عناصر میں پائے جاتے ہیں اور خوردبین سے دیکھے جاتے ہیں جب تک عناصر کا وجود ہے موجود رہیں گے جب عناصر ختم ہوں گے یہ بھی ختم ہو جائیں گے۔

جراثیم کی روح ہلاکت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔

بخاراتی کیڑے مکوڑے بھی مرنے کے ساتھ ہی نابود ہو جاتے ہیں۔

دنیا کے وجود کے ساتھ ہی ملائکہ عنصریون وجود میں آ گئے تھے۔

حیوانات میں دواب وطیور کی ارواح بھی تخلیق دنیا کے وقت وجود میں آ گئی تھیں۔ اسی طرح عنصری، جرثومی، نامی بھی دنیا کی تخلیق کے ساتھ وجود میں آ گئی تھیں، جب نر و مادہ کے ملنے سے نطفہ قرار پا کر قانون قدرت کے بموجب جسم تیار ہو جاتا ہے۔ تو قدرت الٰہی سے اس میں جان پڑ جاتی ہے، خواہ عناصر کی ترکیب و امتزاج سے قوت حیات پیدا ہو جاتی ہو، یا قوت نمو مثل بناتی تخم کے پرورش پا کر جاندار بن جاتی ہو۔ روح جنّی و انسی ایک شے لطیف ہے جو امرِ الٰہی

سے وجود میں آ کر جہان نور سے عالم امر میں اترتی ہے اور وہاں سے عالم ارواح میں آتے ہی بدن مثالی اختیار کرتی ہے اگر روح جنّی ہے تو جنات کی شکل و صورت کی مثل سراپا اختیار کرے گی اور اگر روح انسی ہے تو انسانی شکل و شباہت کا مثالی بدن اختیار کریگی یہ مثالی بدن کوئی عنصری جسم یا مادی جسد نہیں ہوتا بلکہ غیر مادی اور غیر عنصری ہوتا ہے۔

پہلے ارواح امرِالٰہی سے وجود میں آ کر جہان نور سے عالم امر میں اترتی ہیں اور وہاں سے عالم ارواح میں آ کر اپنی اپنی جنس کے مطابق مثالی بدن اختیار کرتی ہیں اور برزخ میں جس کو عالم مثال بھی کہتے ہیں۔ اپنے روحانی جسم کے ساتھ رہتی ہیں۔

پیدا ہونے والی ارواح کو لیکر ملائکہ سورج میں جہاں رب العالمین کا تخت حکومت ہے اترتے ہیں اور وہاں سے زمین والی ارواح قطب شمالی میں اتاری جاتی ہیں۔

جب شکمِ مادر میں بچہ اپنی جنسی ہستی کے ساتھ سراپا اختیار کرتا ہے تو وقت مقررہ پر اس میں روح معہ بدن مثالی داخل ہو جاتی ہے۔ پھر جب موت واقع ہوتی ہے تو روح معہ بدن مثالی کے عالمِ مثال میں جس کو برزخ کہتے ہیں چلی جاتی ہے۔

بدن مثالی روح سے جدا کوئی چیز نہیں ہے بلکہ خود روح کو جو ایک شے لطیف ہے اپنی جنّی یا انسی جنس کے مطابق متشکّل کر دیا جاتا ہے۔ یہ روحانی جسم بالکل مادی جسم کے مشابہ ہوتا ہے جب تک روح بدن مثالی اختیار نہیں کرتی کوئی شکل و صورت اور کوئی جسم نہیں رکھتی۔

خواب میں جو واقعات و حالات پیش آتے ہیں اسی بدن مثالی کے ساتھ ہوتے ہیں۔مرنے کے بعد برزخ میں عذاب وثواب بھی اسی بدن مثالی پر ہوتا ہے۔

شب قدر

اس رات میں ملائکہ کرسی سے انتظامی احکامات اور ارواح کو لیکر عالمِ ملکوت میں اترتے ہیں۔ عالم ملکوت کرسی کے ماتحت ہے۔کرسی سے سات آسمانوں اور زمین میں انتظامی امور اور پیدا ہونے والی ارواح کا نزول ہوتا ہے۔کرۂ ارض میں پیدا ہونے والی ارواح اور ارضی انتظامات کے احکام قطب شمالی میں نازل ہوتے ہیں۔

عالم ملکوت زمین اور سات آسمانوں میں پھیلا ہوا ہے۔

جو کچھ عرش سے نازل ہوتا ہے وہ عالمِ امر سے عالم مثال میں اُتارا جاتا ہے اور پیدا ہونے والی ارواح بھی امر الٰہی سے وجود میں آکر عالم امر میں اور وہاں سے عاَلمِ ارواح میں بدن مثالی اختیار کرتی ہوئی پھر عالمِ مثال میں اترتی ہیں اور یہاں سے سورج میں اور وہاں سے قطب شمالی میں اتاری جاتی ہیں۔

اور جو روحیں دنیا میں پیدا ہو کر موت پاتی ہیں وہ دنیا سے جا کر عالمِ مثال کے دوسرے درجے میں جو برزخ کے نام سے موسوم ہے رہتی ہیں۔ یہاں ان پر قیامت تک کے لئے موت کا خواب طاری رہتا ہے؛ عالم مثال اور برزخ ایک ہی ہے، پہلے درجے میں جو محض عالم مثال ہے پیدا ہونیوالی روحیں بدن مثالی میں رہتی ہیں۔ اور دوسرے درجے میں جو محض برزخ ہے فوت شدہ روحیں اپنے بدن مثالی میں قیامت تک کے لئے موت کی نیند سوتی رہتی ہیں۔بعض اصحاب

مکاشفہ نے عالم مثال اور عالم برزخ دو عالم سمجھے ہیں۔ ان کے نزدیک عالم امر کے نیچے عالم ارواح اور اس سے نیچے عالم مثال اور اس سے نیچے عالم برزخ، اس سے نیچے مادی دنیا ہے۔

سیال مادہ

اِذَا قَضٰٓى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ (البقرۃ ۲۔۱۱۷)

جب وہ کوئی کام ٹھان لیتا ہے تو فرمادیتا ہے کہ ظہور میں آ۔ پس اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔

رب العالمین اس دنیا کی تخلیق سے پہلے ایک رقیق شے کو وجود میں لایا، جو زیر عرش موجیں مارنے لگی۔

كَانَ عَرۡشُهٗ عَلَى الۡمَآءِ (ھود ۱۱۔۷)

اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔

رب العالمین کا عرش پانی کے اوپر تھا اور پانی زیر عرش موجیں مار رہا تھا۔ پھر جب رب العالمین نے چاہا کہ دنیا وجود میں لائے۔

اِذَاۤ اَرَادَ شَيۡـــًٔا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ (یٰسٓ ۳۶۔۸۲)

جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو حکم دیتا ہے کہ وجود میں آ۔ پس وہ وجود میں آجاتی ہے۔

ارادہ الٰہی کے بموجب اس سیال مادہ سے جو زیر عرش موجزن تھا۔ بخارات نکل کر ایک دائرہ بن گئے۔ ابخرات نکل جانے کے بعد وہ رقیق شے ایک ڈھیر بن گئی جو دائرہ کے اندرر ہی رب العالمین نے اس مادہ میں مختلف اجزاء وقویٰ

ودیعت فرمائے تھے۔ رب العالمین نے اس ملے جُلے ڈھیر کو الگ الگ کر کے پہلے ایک حصہ سے زمین بنائی اور اس میں پہاڑ بنائے۔ دریا اور چشمے جاری کئے۔ جنگل اگائے اور حیوانات خلق فرمائے پھر اس دائرہ کو جو دھوئیں کی طرح زمین کے گرد محیط تھا ٹھوس اور مضبوط کر کے چمکتے تاروں سے مزین فرمایا اور اس بچے ہوئے مادہ سے سات آسمان درجہ بدرجہ یعنی پست و بلند خلق فرمائے۔

یہ سب تکمیل دنیا کے حساب سے چھ ہزار برس میں ہوئی۔

یہ دنیا سیال مادہ سے بنی ہے جس کو ماء سے موسوم فرمایا گیا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیاء ۲۱۔۳۰)

ہم نے ہر چیز پانی سے پیدا کی۔

زمین اور سات آسمان بننے سے قبل ان کا مادہ ایک ملے جلے گول مول ڈھیر کی شکل میں موجود تھا، جس کو قدرت نے الگ الگ کیا۔

سماءِ دنیا کا مادہ بھی دھوئیں کی طرح اس ملے جُلے ڈھیر کے گرد بشکل دائرہ موجود تھا۔

یہ مادہ کس طرح وجود میں آیا۔

ہر چیز پانی سے بنی ہے۔ جب ہر چیز پانی سے ہے تو سماءِ دنیا، زمین، اور سات آسمان کا مادہ بھی پانی سے وجود میں آیا۔

پانی کا وجود آسمان و زمین کے مادے سے پہلے تھا۔

ارادہ الٰہی کے بموجب پانی سے بخارات نکل کر دھوئیں کی طرح پھیل گئے اور ایک دائرہ کی شکل اختیار کی۔ یہی سماءِ دنیا ہے۔

بخارات نکل جانے کے بعد ایک منجمد شے رہ گئی۔ یہی مادہ ہے جس سے

زمین اور سات آسمان بنے۔

مادہ چار عناصر سے مرکب ہے اور عناصر چھیاسٹھ(٦٦) اجزا سے مرکب ہیں اور اجزا صفاتِ الٰہی کے مظہر اور بے شمار خواص کے حامل ہیں۔

آفاق

زمین سے اوپر آسمان تک آفاق ہے، آفاق میں بے شمار عجائبات قدرت ہیں۔ جب چشمِ باطن روشن ہوتی ہے تو حسب استعداد بعض عجائبات کا انکشاف ہوتا ہے اور نظام کائنات میں قدرت کی کارفرمائی مشاہدہ ہوتی ہے۔

آسمانوں اور زمین میں غوروفکر کی نظر ڈالنے کی ہدایت ہے۔ جب ہم اکثر اوقات ان چیزوں کو جو ہم کو چشم ظاہر سے نظر آتی ہیں۔ گہری نگاہ سے دیکھتے رہیں تو چند روز میں ہم کو وہ بصیرت حاصل ہوتی ہے۔جس سے شان ربوبیت اور قدرت کی بے پناہ تنظیم منکشف ہوتی ہے۔

زمین سے اوپر آسمان تک نظر ڈالنے سے ہم کو روز مرہ سورج، چاند، ستارے اور رنگارنگ روشنیاں چشم ظاہر سے دکھائی دیتی ہیں۔ جب ہم ان ہی چیزوں میں قدرت کی تنظیم پر غور کرتے ہیں تو ہماری بصیرت تیز ہونے لگتی ہے اور پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ ان چیزوں کی حقیقت نفس الامری ظاہر ہوتی ہے اور وہ عجائبات قدرت بھی مشہود ہوتے ہیں جن تک چشم ظاہر کی رسائی نہیں، ہمیں غوروفکر کے لئے پہلے ان ہی چیزوں پر نظر ڈالنی چاہئے جو چشم ظاہر سے نظر آتی ہے۔

آسمان

سب سے نمایاں اور ہر دم نظر آنے والی چیز یہ نیلگوں گنبد ہے جسے ہم آسمان کہتے ہیں۔ یہی سماءِ دنیا ہے۔ اس سے نیچے سات آسمان اور بھی ہیں جو مثل ہماری زمین کے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ (الطلاق ۶۵۔۱۲)

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین بھی ان کی مثل بنائی۔

زمین اور سات آسمان ایک دوسرے کی مثل ہیں اور سماءِ دنیا جو زمین اور سات آسمان کو گھیرے ہوئے ہے جداگانہ ہے۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (الانبیاء ۲۱۔۳۲)

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٍالْكَوَاكِبِ (الصفٰت ۳۷۔۶)

اور آسمان کو ہم نے ایک محفوظ چھت بنایا ہم نے سماءِ دنیا کو کواکب سے مزین کیا۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (ق ۵۰۔۶)

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے اوپر آسمان کیسا بنایا ہے۔ اور آراستہ کیا ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔

آیاتِ کریمہ سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔آسمان یعنی سماءِ دنیا مثل چھت کے پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔کواکب سے آراستہ ہے۔ اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔

سماوات

سماءِ دنیا کے احاطہ کے اندر سات آسمان اور زمین ہیں۔ اور یہ سب ایک دوسرے کے مثل ہیں۔ اور ان سب میں امرِالٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ ہم کو سات آسمانوں کے نام اور کام نہیں بتائے گئے صرف اس قدر بتایا گیا ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ (نوح ۷۱۔۱۵)

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ (النبا ۷۸۔۱۲)

اللہ نے سات آسمان نیچے اوپر بنائے اور ہم نے تمہارے اوپر سات ٹھوس آسمان بنائے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ (المومنون ۲۳۔۱۷)

اور ہم نے تمہارے اوپر سات طریقے بنائے۔

آیاتِ کریمہ سے سات آسمانوں کے متعلق تین باتیں معلوم ہوئیں۔ آسمانوں کے طبقے ہیں، ٹھوس اور مضبوط ہیں۔ بااعتبارِ تخلیق زمین کی مثل ہیں اور بہ لحاظ کام جداگانہ ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ (الطلاق ۶۵۔۱۲)

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے۔ اور ان ہی کی مثل زمین بھی۔ اور ان سب میں امرِ الٰہی نازل ہوتا ہے۔

ہماری زمین سات آسمانوں کی مثل بتائی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب آسمانوں کی مثل ہے۔ تو آسمان زمین کی مثل ہیں۔ یعنی ٹھوس ہیں۔ اور جو

سروسامان زمین میں ہے۔ وہی سات آسمانوں میں بھی ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ (الشوری ۴۲۔۲۹)

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا۔ اور ان سب میں جو جاندار اس نے پھیلائے ہیں وہ اُن کو جب چاہے جمع کرنے پر قادر ہے۔

آسمانوں میں بھی مثل زمین کے جاندار آباد ہیں اور اللہ جب چاہے تو اُن کو اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔

سات آسمانوں کی مثل زمین کا ہونا اس بات کا اشارہ ہے کہ جس طرح زمین کے ساتھ بیشمار جزیرے، جنگل، پہاڑ، دریا، حیوانات وغیرہ ہیں۔اسی طرح آسمانوں میں بھی ہیں، دن رات کا ہیرپھیر، موسموں کا تغیروتبدل، ابروباد، روشنی و تاریکی اور سب سروسامان زندگی ہے۔ اس سے زیادہ سات آسمانوں کے متعلق نہیں بتایا گیا۔

کواکب

کواکب ونجوم جو ہم کو نظر آتے ہیں۔ ان کی نسبت ہم کو بتایا گیا ہے کہ یہ سماءِ دنیا کی زینت ہیں۔ ان کواکب ونجوم کے ذریعہ رات کی تاریکی میں راہ نمائی ہوتی ہے۔

بعض گردش کرتے نظر آتے ہیں، ان سے رنگا رنگ روشنیاں دنیا میں پھیلتی ہیں۔ اور عجیب وغریب چیزیں نمودار ہوتی ہیں، کواکب و نجوم بے گنتی ہیں۔ جن کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۗءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَـرًا مُّنِيْرًا (الفرقان ۲۵۔۶۱)

بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں بُرج بنائے اوران میں روش چراغ اور روشن چاند بنایا۔

شمس وقمر

سب سے بڑی چیز جو ہم کو روزانہ آسمان پر چلتی نظر آتی ہے۔سورج ہے۔ اس کے بعد دوسری بڑی چیز چاند ہے۔ بروج ان دونوں کی گذرگاہیں ہیں، ان کے سوا بھی بعض سیارے بروج میں سے گزرتے نظر آتے ہیں،سورج اور چاند کے سوا سات بڑے سیارے اور ان کے ساتھ متعدد چھوٹے سیارے گھومتے نظر آتے ہیں۔ ان سیاروں کے نام اور کام ہم کونہیں بتائے گئے۔صرف سورج اور چاند کے نام بتائے گئے ہیں اوران کے متعلق چند کام بھی بتائے گئے ہیں۔

سورج، چاند، ستارے، فضائے آسمانی میں اُفق پر چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔کواکب تو آسمان میں جڑے ہوئے ہیں اور سیارگان فضائے آسمانی میں اُفق پر اپنے مقررہ دائروں پر چلتے ہیں۔ان دوائر کو افلاک کہا گیا ہے۔

وَهُوَالَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (الانبیاء ۲۱۔۳۳)

اور وہی ہے جس نے رات اور دن اورسورج اور چاند کو پیدا کیا، سب فلک میں تیر رہے ہیں۔

هُوَالَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا

عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ (یونس ۱۰۔۵)

وہی ہے جس نے سورج کو دہکتا ہوا اور چاند کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو۔

لیل ونہار

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝۳۷ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۳۸ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝۳۹ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۴۰

(یٰسین ۳۶۔۳۷تا۴۰)

اور اُن کے لئے ایک نشانی رات ہے۔ اس پر سے جب ہم دن کو اتار لیتے ہیں تو وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج اپنے مقررہ ٹھکانے پر چلا جارہا ہے۔ یہ غالب علم والے کی ٹھہرائی ہوئی تقدیر ہے، اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں۔ یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ کی حالت پر پھر آتا ہے، نہ سورج سے ہوسکتا ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات آگے بڑھ سکتی ہے۔ دن سے اور سب فلک میں تیر رہے ہیں۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۷۳ (القصص ۲۸۔۷۳)

اور اسی نے اپنی رحمت سے رات اور دن تمہارے لئے بنائے۔ تا کہ تم رات میں آرام بھی پاؤ۔ اور دن میں اپنی روزی کے لئے اس کا فضل بھی تلاش کرو اور

اس کی اس رحمت کا شکر ادا کرو۔

آیاتِ کریمہ سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

سورج اور چاند فلک میں یعنی اپنے مقررہ دائرے پر چل رہے ہیں۔

سورج کی گردش سے رات اور دِن کا ظہور ہوتا ہے۔ اور فصلی سال کا شمار ہوتا ہے، رات سے سب مخلوق سکون پاتی ہے اور دن کاروبار کے لئے ہے۔

سورج کی روشنی اورحرارت سے سامان زندگی (روزی) کی نشوونما ہے۔

چاند سے دنوں کی گنتی اور مہینے کا شمار ہوتا ہے۔موسموں کا تغیر و تبدل بھی سورج چاند کی گردش سے وابستہ ہے۔

مذکورہ امور کے تحت میں جس قدر چیزیں تجربہ میں آئیں۔ وہ سب سورج چاند کی گردش کے نتائج ہیں۔

افلاک و بروج

افلاک وہ دوائر ہیں جن پر سورج، چاند، ستارے گردش کررہے ہیں، سات آسمان مثل زمین کے ٹھوس کرّے ہیں جو نیچے اوپر ہیں اور ان میں مثل زمین کے مخلوقات ہے۔

کواکب وہ تارے ہیں جو آسمان میں جڑے ہوئے ہیں یہی ثوابت ہیں، شہاب وہ ستارے ہیں جو جھڑتے رہتے ہیں؛ نجوم وہ سیارے ہیں جو گردش میں ہیں۔

بروج تاروں کے جھرمٹ ہیں

ابرو باد و بارانِ رحمت

فضائے آسمانی کے نیچے زمین ہے اور سیاہ و سفید و سنہری رنگ کی چیز روئی کے گالے کی طرح یا دھوئیں کی مانند ہوا پر اُڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ابر یا بادل ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ (الاعراف ۷۔۵۷)

اور وہی ہے جو اپنی رحمت سے ہواؤں کو پہلے خوشخبری کے لئے بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادلوں کو اُٹھا لاتی ہیں ہم اُن کو ایک مردہ بستی کی طرف چلا دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی برساتے ہیں۔ پھر ہم ان سے سب قسم کے پھل پھلاری نکالتے ہیں۔

پیداوار

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ (عَبس ۸۰۔ ۲۴ تا ۳۲)

پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے پر نظر ڈالے کہ ہم نے خوب پانی برسایا پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ پھر ہم نے اس میں غلّہ اُگایا۔ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجور اور گھنے گھنے باغ اور طرح طرح کے میوے اور چارا تمہارے اور تمہارے پالتو جانوروں کے لئے۔

زمین

وَفِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۰﴾ (الذاریت ۵۱۔۲۰)

وَالۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰہَا وَاَلۡقَیۡنَا فِیۡہَا رَوَاسِیَ وَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ مَّوۡزُوۡنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡہَا مَعَایِشَ وَمَنۡ لَّسۡتُمۡ لَہٗ بِرٰزِقِیۡنَ ﴿۲۰﴾
(الحجر ۱۵۔ ۱۹ تا ۲۰)

اور یقین والوں کے لئے زمین میں نشانیاں ہیں، اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں پہاڑ جما دئے۔ اور ہر موزوں چیز اس میں اُگائی اور ہم نے اس میں معاش کا سامان بنایا۔ اور ان کے لئے بھی جن کو تم روزی نہیں دیتے۔

اَللّٰہُ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَکُمُ الۡبَحۡرَ لِتَجۡرِیَ الۡفُلۡکُ فِیۡہِ بِاَمۡرِہٖ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِہٖ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ (الجاثیۃ ۴۵۔ ۱۲)

اللہ وہ ہے جس نے دریا کو تمہارے تابع کر دیا کہ اس میں اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تم روزی تلاش کرو اور تاکہ شکر بجا لاؤ۔

دریا

وَمَا یَسۡتَوِی الۡبَحۡرٰنِ ٭ۖ ہٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُہٗ وَہٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنۡ کُلٍّ تَاۡکُلُوۡنَ لَحۡمًا طَرِیًّا وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡنَ حِلۡیَۃً تَلۡبَسُوۡنَہَا ۚ
(فاطر ۳۵۔۱۲)

دو دریا برابر نہیں، یہ میٹھا خوشگوار ہے اور وہ شور اور تلخ اور تم دونوں میں سے تازہ گوشت (مچھلیاں) نکال کر کھاتے ہو۔ اور زیور (موتی مونگا) نکال کر پہنتے ہو۔

پرندے

أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ ؕ
(النحل ۱۶۔۷۹)

کیا پرندوں کو نہیں دیکھا جو فضائے آسمانی میں گھرے ہوئے ہیں۔ اللہ کے سوا اُن کو کون سنبھالے ہوئے ہے؟

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ؕ
(الانعام ۶۔۳۸)

اور جتنے جاندار زمین پر چلتے ہیں، اور جتنے پرندے اپنے بازوؤں سے اڑتے ہیں وہ سب تمہاری طرح قومیں ہیں۔

چوپائے

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ ۝۵ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ؕ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸
(النحل ۱۶۔۵ تا ۸)

اور اُسی نے تمہارے لئے مویشی پیدا کئے جن میں تمہاری جڑا دل اور بہت سے فائدے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تم کو اُن سے رونق ہے جب شام کو لاتے ہو اور صبح چرا گاہ لیجاتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک لیجاتے ہیں۔ جہاں تم بلا جانکاہی کے نہیں پہنچ سکتے۔ بے شک تمہارا رب رؤف

ورحیم ہے۔ اور گھوڑے خچر، گدھے کہ تم ان پر سوار ہوتے ہو۔ اور ان سے زینت بھی ہے۔ اور وہ پیدا کرے گا وہ سواریاں جن کو تم جانتے بھی نہیں ہو۔

وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِہٖ ۚ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَیۡنِ ۚ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰۤی اَرۡبَعٍ ؕ یَخۡلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ؕ (النور ۲۴۔۴۵)

اور اللہ نے سب جانداروں کو پانی سے پیدا کیا۔ ان میں سے کچھ پیٹ کے بل چلتے ہیں کچھ وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

آدمزاد

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰہُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰہُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا ﴿۷۰﴾

(بنی اسرآءیل ۱۷۔۷۰)

اور ہم نے بنی آدم کو برتری دی اور خشکی اور تری میں سوار کرایا اور پاک چیزوں کی روزی دی اور بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی۔

وَاللّٰہُ اَخۡرَجَکُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا ۙ وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَۃَ ۙ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۸﴾ (النحل ۱۶۔۷۸)

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کچھ جانتے نہ تھے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں بنائے اور دل بنایا۔ تاکہ تم شکر گزاری کرو۔

وَلَقَدۡ مَکَّنّٰکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَجَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡہَا مَعَایِشَ ؕ (الاعراف ۷۔۱۰)

اور ہم نے تم کو زمین میں آباد کیا۔ اور اس میں تمہارے معیشت کے سامان پیدا کیئے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ (الاعراف ۷۔۱۸۹)

وہی ہے جس نے تم کو نفس واحدہ سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے آرام پائے پھر جب وہ اس کو ڈھانکتا ہے۔ تو اس کو ہلکا سا حمل رہ جاتا ہے جس کو وہ لئے پھرتی ہے۔ پھر جب وہ بوجھل ہو جاتی ہے۔ دونوں اپنے رب اللہ کو پکارتے ہیں کہ اگر ہمیں بھلا چنگا بخشے تو ہم شکر گزار ہوں گے۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ (الاعراف ۷۔۱۹۰)

پھر جب وہ ان کو چنگا بھلا بچہ دیتا ہے تو وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔ اللہ برتر ہے۔ ان کے مشرکانہ عقیدے سے۔

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ۡ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ (الاعراف ۷۔۱۹۱ تا ۱۹۲)

کیا ان کو شریک بناتے ہیں جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کیئے جاتے ہیں۔ اور نہ وہ اُن کی مدد کر سکتے۔ نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۚ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ (السجدہ ۳۲۔۷ تا ۹)

تخلیق انسان کی ابتدا مٹی سے کی پھر اس کی نسل بے قدر پانی کے نچوڑ سے چلائی

پھر اس کو ٹھیک کیا۔ اور اس میں اس نے روح پھونکی اور تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل بنائے۔تم بڑے ناشکرے ہو۔

اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنۡكُمۡ‌ قف وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ‌ ۚ وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ لَـكُمۡ‌ ط وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ط ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ مَّرۡجِعُكُمۡ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ‌ ط اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝۷ (الزمر ۳۹۔۷)

اگر تم کفر کرو۔تو اللہ تم سے بے نیاز ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا۔ اور اگر تم شکر کرو تو وہ تم سے راضی ہوگا۔ اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ پھر تم کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتا دیگا۔ جو تم کرتے تھے۔ بیشک وہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

نفس واحدہ

(۱) وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ‌ ۝۲۶ (الحجر ۱۵۔۲۶)

اور ہم ہی نے انسان کو سڑے ہوئے کیچڑ کی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔

(۲) بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِيۡنٍ‌ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ‌ ۝۸ (السجدہ ۳۲۔۷ تا ۸)

انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے کی پھر اس کی نسل نطفہ سے چلائی۔

(۳) خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً‌ ۚ (النساء ۴۔۱)

تم کو نفس واحدہ سے پیدا کیا۔ اور اسی نفس واحدہ سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلائے۔

نفس واحدہ کے معنی ہیں ایک ہی جنس، یعنی ایک ہی جنس سے آدمؑ اور ان کی زوجہ خلق ہوئے اور جنس واحد یعنی نفس واحدہ کا وجود سڑے ہوئے کیچڑ کی کھنکھناتی مٹی سے ہوا۔ کیونکہ انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے بتائی گئی ہے۔

انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے ہوئی، کیسی مٹی سے ہوئی؟ سڑے ہوئے کیچڑ کی کھنکھناتی مٹی سے ہوئی۔

سڑی ہوئی شے میں جوش و خمیر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کیڑے نمودار ہو جاتے ہیں اکثر برسات میں سڑی گلی مٹی اور کچرے کوڑے کے ڈھیر میں جوش و خمیر پیدا ہو کر بیشمار قسم کے جاندار پیدا ہو جاتے ہیں اور علم الٰہی کے بموجب شکل و صورت اختیار کرتے ہیں۔

جب قدرت نے انسان کی تخلیق چاہی تو مٹی کی سڑی ہوئی کیچڑ میں جوش و خمیر پیدا ہو کر عناصر کے مزاج طبیعت خواص اور ترکیب کے اعتدال سے ایک ہیوالٰی یا جنس خاص کا وجود ہوا۔ یہی نفس واحدہ ہے پھر اس ہیولٰی نے مشیت الٰہی اور علمِ الٰہی کے بموجب شکل انسانی اختیار کی۔ اور اسی ہیولٰی سے اس کا جوڑا ارادہ الٰہی کے بموجب وجود میں آیا۔

وَخَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا (یٰسین ۳۶۔۳۶)

اور ہر جاندار کا جوڑا پیدا کیا۔

جملہ حیوانات کی ابتدا سڑی ہوئی شے کے جوش و خمیر سے ہیولٰی وجود میں آ کر ہوئی اور ہر حیوان نے ارادہ الٰہی کے بموجب شکل و صورت اختیار کی پھر نر و مادہ

کے اختلاط و ملاپ سے اُس جنس کی نسل چلی۔

جانداروں کی ہر جنس کا وہ ابتدائی ہیولیٰ جو جوش وخمیر سے وجود میں آئے وہی نفس واحدہ ہے۔ جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی تخلیق نفس واحدہ سے فرمائی۔ اور اسی نفس واحدہ سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور نفسِ واحدہ کی حقیقت بھی بتادی کہ سڑے ہوئے کیچڑ کی کھنکھناتی مٹی سے ہے۔ **تو پھر آدمؑ کی بائیں پسلی سے حوّاؑ کا ظہور محض من گھڑت بات ہے۔**

جب عناصر کے امتزاج وترکیب سے کسی شے کے سڑے ہوئے مادہ میں جوش وخمیر پیدا ہوکر خالق کی مشیت و ارادہ سے کسی جنس کا ہیولیٰ وجود میں آکر علم الٰہی کے بموجب کوئی شکل وصورت اختیار کرتا ہے تو امرِالٰہی سے اس میں جان پڑ جاتی ہے۔

پس نفس واحدہ کسی جنس خاص کا ایک ہیولیٰ ہے جو سڑن، جوش خمیر اور عناصر کے امتزاج وترکیب سے وجود میں آکر اللہ کے ارادے اور مشیت کے بموجب کوئی شکل وصورت اختیار کرتا ہے۔ اور امرِ الٰہی سے اس میں جان پڑتی ہے۔ یہ جاندار توالدی کہلاتے ہیں پھر نر و مادہ کے ملاپ سے ان کی جو نسل پیدا ہوتی ہے وہ تولدی کہلاتی ہے یہ موسمی اور بخارتی جاندار اکثر تبدیل موسم کے ساتھ فنا ہوجاتے ہیں اور بعض مشیت الٰہی کے بموجب کوئی دوسری ہیئت اختیار کرتے ہیں

جاندار مخلوقات

خالق کی مخلوق بے شمار ہے، ذی روح مخلوق کی چند اقسام مجملاً ہم کو بتائی گئی ہیں، زمین سے آسمان تک سب جاندار مادی مخلوق ہیں۔ ان کی دو قسم ہیں۔ مرئی

اور غیر مرئی۔

مرئی مخلوق حیوانات ہیں ان کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک بحری جاندار اور دوسری بری جاندار، ان کی بھی متعدد قسمیں ہیں بعض ایسے ہیں جو خشکی میں بھی رہتے ہیں اور تری میں بھی۔

بعض ایسے ہیں جو پانی میں بھی رہتے ہیں اور ہوا میں بھی پرواز کرتے ہیں۔

حیوانات بحری اور حیوانات بری کی بے شمار اقسام ہیں سب اقسام کی معلومات محال ہے بری جانداروں کی بڑی قسمیں یہ ہیں۔

پرندے چوپائے حشرات الارض انسان

پرندوں کی اقسام بھی بے شمار ہیں، چوپائے دو بڑی قسم ہیں۔ ایک درندے اور دوسرے چرندے۔ بعض ایسے چوپائے بھی ہیں جو درندے بھی ہیں اور چرندے بھی ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو نہ درندے ہیں نہ چرندے بلکہ پھل پھلاری اور جنگلی پیداوار پر گزارا کرتے ہیں۔ اسی طرح پرندوں میں بھی بعض مردار خور ہیں۔ بعض کرم خور، بعض شکاری ہیں، بعض دانہ خور ہیں، حشرات الارض بھی بے شمار اقسام ہیں۔ موسمی اور بخاراتی کیڑے مکوڑے بھی بے شمار قسم ہیں۔

مرئی اور غیر مرئی جانداروں کے درمیان بھی ایک مخلوق ہے ان کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک عنصری دوسرے جرثومی یہ دونوں قسم ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتے خوردبین سے دیکھے جاتے ہیں، عنصری جاندار بے شمار اقسام ہیں۔ آگ میں پانی میں اور ہوا میں شامل رہتے ہیں۔ خوردبین سے ایک قطرۂ آب میں بے گنتی جاندار نظر آتے ہیں۔ اسی طرح ہوا میں اور آگ کے شعلوں میں۔

جرثومی جاندار بڑی تیز خوردبین سے بمشکل نظر آتے ہیں۔ یہ جانداروں کے

خون میں پرورش پاتے ہیں ہوا اور پانی میں بھی سیر کرتے ہیں۔ مگر آگ میں فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ مخفی جاندار غیر مرئی اس لئے ہیں کہ ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتے اور مرئی اس لئے ہیں کہ آلات کی مدد سے ان کو دیکھ سکتے ہیں۔

جن

اس مخلوق میں مثل حیوانات کے توالد و تناسل جاری ہے، عمریں بہت طویل ہوتی ہیں۔

عموماً یہ نظر سے غائب رہتے ہیں۔ یہ کئی قوموں میں منقسم ہیں یہ مخلوق بھی مثلِ انسان کے دین وشریعت سے مکلف کی گئی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ (جن ۵۱۔۵٦)

ہم نے جن اور انس کو قانونِ عبودیت کی پیروی کے لئے پیدا کیا۔

پیدائشِ آدمؑ سے قبل جن کو انسان پر فضیلت تھی جس مذہب سے مکلف کئے گئے تھے وہ یہ تھا کہ اللہ رب العالمین کے سوا کسی کو اپنا معبود نہ جانیں اور اس کی عبادت کریں۔ اعمال کی باز پرس اُن سے بھی مثل انسان کے ہوگی جو نیک ہیں وہ جنت میں جائیں گے اور بدوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣﴾

(السجدۃ ۳۲۔۱۳)

لیکن یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ جہنم کو جنّوں اور انسانوں سے بھرا جائے گا۔

جنات میں بھی مثلِ انسان کے نکوکار اور بدکار، دیندار اور بے دین اچھے اور بُرے سب ہی طرح کے ہیں جیسا کہ خود ان کا قول نقل ہوا ہے۔

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ (الجن ۷۲۔۱۴)

اور ہم میں سے فرمانبردار بھی ہیں اور نافرمان بھی۔

ملائکہ عنصریون اور جنات میں یہ فرق ہے کہ ملائکہ معصوم و مجرد ہیں اور جنات معصوم و مجرد نہیں ملائکہ نافرمانی کبھی نہیں کرتے جنات نافرمانی بھی کرتے ہیں۔ ملائکہ میں پیدائش اور اموات نہیں اور جنات میں پیدائش و موت کا سلسلہ جاری ہے۔ مادی ملائکہ کی آفرینش برف و آتش سے ہے اور جنات کی تخلیق آگ کی لو سے

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ (الرحمٰن ۵۵۔۱۵)

اور جان کو آگ کی لَو سے پیدا کیا۔

جنات کو قدرت نے یہ قوت بخشی ہے کہ اگر چاہیں تو انسان یا حیوان کی شکل عارضی طور سے اختیار کرلیں۔

کبھی جنات اپنی اصل شکل میں بھی کسی انسان کو نظر آجاتے ہیں۔ پیدائش آدمؑ سے قبل کے انسانوں پر جنات کو فضیلت تھی۔ آدمؑ کی پیدائش کے بعد یہ شرف جاتا رہا۔ آدمزاد کو یہ شرف عطا فرمایا گیا۔

انسان

اللہ ربّ العالمین نے جنات کی تخلیق کے بعد انسان کو خلق فرمایا جنات میں نارِ سموم غالب ہے اس لئے نظر نہیں آتے اور انسان میں عنصر خاک غالب ہے اس لئے نظر آتے ہیں جن و انس میں شکل و شباہت کے علاوہ طبائع و امزجہ میں بھی بڑا فرق ہے۔

آفرینش آدم سے قبل کے انسان بڑے قدآور مہیب، طاقت ور اور غصیل

ہوتے تھے، باہم جنگ وجدال اور کشت وخون ان کا مشغلہ تھا مگر جنات سے ڈرتے تھے۔ کیوں کہ اس زمانہ میں جنات کو انسان پر فضیلت کا شرف حاصل تھا۔ اس زمانہ کے انسان کی زندگی بہیمانہ زندگی تھی، ان کی بڑی بڑی قومیں تھیں جو سرکشی اور طغیانی کے سبب ہلاک کی جاتی رہیں اور عذاب نازل ہوتے رہے ان کا زمانہ ہزارہا سال کا زمانہ ہے۔ ربّ العالمین ایک کے بعد دوسری قوم پیدا فرماتا رہا جن میں پہلی ہلاک شدہ قوم سے مختلف قویٰ ودیعت ہوتے رہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ①

(الدھر ۷۶۔۱)

انسان پر زمانہ کا ایک ایسا دور گزر چکا ہے کہ اسے کوئی خاص شرف حاصل نہ تھا۔

زمین کے ہر گوشہ میں اللہ ربّ العالمین نے انسانی اقوام کو وہیں کی خاک سے پیدا فرمایا۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ⑰ (نوح ۷۱۔ ۱۷)

اور اللہ نے تم کو زمین سے اگایا۔

ربّ العالمین نے انسانی اقوام کی ہلاکت کے بعد دوسری انسانی اقوام جو پیدا فرمائیں۔ ان میں جداگانہ قویٰ ودیعت فرمائے۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ⑭ (نوح ۷۱۔ ۱۴)

اور اس نے تم کو طرح طرح سے پیدا کیا۔

جب انسان طرح طرح سے مختلف اشکال وصور، مختلف قویٰ وطبائع اور مختلف ہیئتوں کے ساتھ پیدا ہو چکا تو سب سے آخر میں علمِ الٰہی کے بموجب ایک جامع کمالات حسین وجمیل اور مناسب وموزون سراپا کے ساتھ انسانی قوم وجود

میں آئی۔ جو بشر کے نام سے موسوم ہوئی جس کے پہلے شخص کا نام آدم ہے پہلے کی ہلاک شدہ اقوام کی کچھ باقیات دنیا کے مختلف گوشوں میں تخلیق آدم کے وقت موجود تھی۔ جس کا وجود ابھی تک ہے۔ یہ انسان مہیب پہاڑوں اور گھنے جنگلوں میں مثل جانوران صحرائی کے زندگی بسر کرتے ہیں۔ بالکل برہنہ رہتے ہیں، وحشی ہیں اور قطعاً بے شعور ہیں۔ کبھی کبھی بعض آدم زاد ان وحشی انسانوں کے ہاتھ چڑھ جاتے ہیں تو وہ آدمی کو کھا جاتے ہیں، کبھی آدمی بھی ان وحشی انسانوں میں سے کسی کو قابو میں کر لیتا ہے تو بعد تربیت آدمزاد میں مخلوط ہو جاتے ہیں۔ بعض جزائر میں ایسی قومیں پائی جاتی ہیں جو پہلے زمانہ کے انسانوں کی اولاد اور آدمزاد سے مل کر پیدا ہوئیں، آدمؑ سے قبل کی انسانی اقوام کے نام ونشان سے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا۔ صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ پہلے زمانہ کی انسانی اقوام دیگر حیوانات سے ممتاز تھیں، مذہب سے مکلف تھیں، سرکشی وطغیانی کے سبب ہلاک ہوتی رہیں۔ طرح طرح سے پیدا کی گئیں یعنی ہر نئی قوم میں جداگانہ اور پہلی قوم سے ممتاز قویٰ ودیعت ہوتے رہے۔ چونکہ جنات کو فضیلت وشرف حاصل تھا۔ اس لئے انسانی اقوام ان سے متاثر ہوتی رہی۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ (الجن ۷۲۔۶)

اور انسان میں سے اکثر لوگ جنوں کی پناہ پکڑتے تھے۔

جن و انس فرائض عبودیت کی بجا آوری کے لئے مکلف تھے۔ اس لئے رسالت کا سلسلہ جاری تھا۔ جنات میں بھی رسول ہوتے تھے۔ جن پر احکامات کا نزول ہوتا تھا۔ اور انسان میں بھی۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ

وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ (الانعام ۶۔۱۳۰)

اے گروہ جن و انس کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آتے رہے جو تم کو عذاب کا دن آنے سے ڈراتے۔

قوم جنات کے کسی رسول کا نام نہیں بتایا گیا۔ آیت کریمہ سے صرف اس قدر معلوم ہوا کہ اقوام جن و انس میں رسول آتے رہے جن پر احکام الٰہی کا نزول ہوتا تھا۔

خاتم الانبیاء کی بعثت سے نبوت ورسالت ختم ہو چکی اب جن و انس کی اقوام قیامت تک کے لئے حضرت خاتم النبینؐ کی امت میں داخل ہیں جو منکر ہیں وہ خود قیامت کے دن اپنے اوپر گواہی دیں گے۔

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ۝۱۳۰ (الانعام ۶۔۱۳۰)

کہیں گے ہم خود اپنے اوپر گواہی دیتے ہیں، ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا، اور گواہی دینگے کہ وہ کافر تھے۔

قیامت کے دن ارشاد باری تعالیٰ ہوگا۔

اُدْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ (الاعراف ۷۔۳۸)

جن و انس کی جو قومیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں۔ اُن ہی میں تم بھی داخل جہنم ہو جاؤ۔

نزول عذاب

اقوام کی تباہی (بربادی) اور ہلاکت کا باعث بدی کی انتہا ہے۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴿۱۶۵﴾ (الاعراف ۷۔۱۶۵)

جب انہوں نے وہ نصیحتیں جو اُن کو کی گئی تھیں بُھلا دیں۔ تو ہم نے اُن لوگوں کو جو برائیوں سے روکتے تھے نجات دی اور اُن لوگوں کو جو گنہگار تھے اُن کی نافرمانی کے سبب سخت عذاب میں مبتلا کیا۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ (الرعد ۱۳۔۳۴)

ان کے لئے دنیاوی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اور بھی سخت ہے۔

جب عقائد کفروالحاد کے درجہ تک پہنچیں اور اعمال پر شرک و بدعت چھا جائیں اور ہمہ قسم کے گناہ عام ہو جائیں۔ تو عذاب نازل ہوتا ہے اور قومیں ہلاک کر دی جاتی ہیں۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴿۴۴﴾ (الانعام ٦ ۔ ۴۴)

پھر جب وہ بھول گئے اُن باتوں کو جو انہیں بتائی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھولدئے۔ یہاں تک کہ وہ خوش ہوئے۔ تو ہم نے اچانک انکو پکڑ لیا اور وہ محروم رہ گئے۔

انبیاء کی تعلیمات سے انحراف اور شیطانی مشاغل میں انہماک نزولِ عذاب کا باعث ہوتا ہے۔ اور قومیں نابود کر دی جاتی ہیں۔

اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡكُمۡ وَیَسۡتَخۡلِفۡ مِنۡۢ بَعۡدِكُمۡ مَّا یَشَآءُ (الانعام ۶ ـ ۱۳۳)
اگر وہ چاہے تو تم کو نابود کر دے اور تمہارے بعد جن کو چاہے تمہاری جگہ لے آئے۔

خلافت

خلافت کے معنی ہیں جانشینی اور خلیفہ فی الارض کے معنی ہیں۔ زمین میں اپنے سے پہلوں کا جانشین۔

یہ خیال کہ انسان زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے صحیح نہیں۔ ایک ایسی ہستی جس کی تخلیق کیچڑ سے ہو اور جس کی نسل ایک حقیر نچوڑ سے ہو. اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ کا جانشین یا نائب کیسے ہوسکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خلافت و نیابت کا خیال سخت گستاخی اور بے ادبی ہے۔

آدمؑ کی خلافت اپنے سے پہلے انسانوں کی جانشینی ہے۔

ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَنۡظُرَ كَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾
(یونس ۱۰ ـ ۱۴)

پھر اُن کے بعد زمین میں ہم نے تم کو اُن کا جانشین بنایا۔ کہ دیکھیں کیسے عمل کرتے ہو۔

ان سب ملائکہ عنصریون کو جو جنت الارض میں تھے حکم الٰہی ہوا تھا کہ جب آدمؑ کے خاکی پتلے میں روح پھونک دی جائے تو تم سب اس کی تعظیم بجالانا۔

یہ حکم آدمؑ کی نیابتِ الٰہی کے سبب نہیں تھا۔ بلکہ اس لئے تھا کہ اللہ جل جلالہٗ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے آدم کی سرشت میں پہلے انسانوں اور جنوں سے ممتاز و اشرف قویٰ ودیعت فرمائے تھے۔ جن کی بنا پر مخلوقات ارضی پر فضیلت کا شرف عطا

ہونے والا تھا۔ ملائکہ ان ودیعات سے آگاہ نہ تھے اسی لئے جب امرِ الٰہی کا نزول ہوا کہ میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں تو انہوں نے کہا۔ اس کو اپنے سے پہلوں کا خلیفہ بنایا جائے گا۔ جو زمین میں فساد پھیلائے اور خونریزی کرے، کیونکہ وہ پہلے کے انسانوں کی فساد انگیزیاں اور خونریزیاں دیکھے ہوئے تھے۔

فرشتوں نے یہ بھی عرض کیا کہ ہم تیری حمدو تسبیح کرتے ہیں۔ اس عرض سے ان کا مطلب اپنا حق خلافت جتانا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ جس کو زمین میں اپنے سے پہلوں کا جانشین بنایا جائے۔ اس کو ہماری طرح حمدو تسبیح کرنے والا ہونا چاہیئے نہ کہ مفسد اور خونی۔

فرشتوں کی عرض کے جواب میں امرِ الٰہی نازل ہوا کہ جو میں جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔

چنانچہ امرِالٰہی کے بموجب آدمؑ کے قلب و روح پر اسماء کا علم القاءہوا۔ اور قوائے تدبر، ادراک، بیان ابھر آئے، فرشتوں نے یک زبان ہو کر اپنی محدود معلومات کا اعتراف کیا۔

پس انسان اپنے سے پہلے انسانوں کا خلیفہ ہے۔ نہ کہ اَللّٰہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَیُّ الْقَیُّوْمُ کا۔

آدمزاد میں پہلے انسانوں سے اشرف وممتاز قویٰ ودیعت ہوئے ہیں جن کی بنا پر اس کو بعض دیگر مخلوقات ارضی پر فضیلت کا شرف حاصل ہے۔

انسان کے ان ہی قوائے تدبر دادراک نے ایجادات و اختراعات مصنوعات وتحقیقات اور زمین آسمان کے قلابے ملانے کی راہیں نکالی ہیں۔

فرشتوں کی خواہش تھی کہ زمین میں ایسے انسان اپنے سے پہلے انسانوں کے

جانشین بنائے جائیں جو مفسد وخونی نہ ہوں بلکہ حمد وتسبیح کرنے والے اور مطیع الامر ہوں۔

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اللہ جل جلالہٗ نے روشنی کے ساتھ تاریکی، علم کے ساتھ جہل، اور نیکی کے ساتھ بدی کو خلق فرمایا۔ تاکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جائے۔ اگر اضداد نہ ہوتے تو پھر خیر وشر کی تمیز محال تھی، اسی لئے فرشتوں کو جواب ملا کہ جو ہم جانتے ہیں۔ وہ تم نہیں جانتے۔

مادّی جنت

جنت الماویٰ تو روحانی عالم میں ہے وہاں کی ہر چیز روحانی ہے جنت اولیٰ جس کو جنتِ قریبہ بھی کہتے ہیں۔ اسی مادّی دنیا میں ہے۔

کرۂ ارض کے بہت سے حصے ایسے ہیں جو آج تک انسان کی نظر سے اوجھل ہیں آج سے چند صدی قبل امریکہ کے نام تک سے کوئی واقف نہ تھا، آباد زمین کا کوئی شخص بھی نہیں جانتا تھا کہ ایک بہت بڑا قطعہ ارض جس میں آدمزاد سے قبل کے انسان کی اولاد بہیمانہ اور وحشیانہ زندگی بسر کررہی ہے۔ ہمارے کرۂ ارض میں موجود ہے۔ امریکہ کے سوا بھی بعض جزائر دریافت ہوئے ہیں جن کو چند صدی قبل کوئی نہیں جانتا تھا۔ ان جزیروں میں بھی انسانی مخلوق آباد ہے اسی طرح اور بے شمار قطعات وحصص اسی کرۂ ارض پر ایسے موجود ہیں جو ابھی تک آدمزاد کی معلومات میں نہیں آئے۔

اصحابِ مکاشفہ کا بیان ہے کہ کرۂ ارض کے بلند ترین مقام میں جو قطب شمالی میں ہے ایک عظیم الشان جزیرہ ہے جس کی مثل زمین کے کسی اور حصہ میں نہیں اس

جزیرہ میں مادی ملائکہ جو عنصریون کہلاتے ہیں حمد و تسبیح میں مشغول رہتے ہیں یہ ملائکہ فیصل شدہ امور اور پیدا ہونے والی ارواح کو لیکر اترتے ہیں، ملاءِ اعلیٰ سے جو امر نازل ہوتا ہے اور جو ارواح اُترتی ہیں ان کا اسی جزیرہ میں نزول ہوتا ہے اسی جزیرہ میں وہ باغ ہے۔ جس میں حضرت آدمؑ اور ان کی زوجہ کی سکونت تھی۔

آفرینش آدم سے قبل قوم جن کے رسول احکامِ الٰہی کے حصول کے لئے اس جزیرہ میں آمدورفت رکھتے تھے آفرینش آدم کے بعد سے یہ رسالت ختم کر دی گئی۔

آدمؑ

اَللّٰہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جب انسانوں کو مختلف قویٰ، مختلف طبائع مختلف امزجہ اور مختلف ہیئتیوں کے ساتھ زمین کے ہر حصہ میں وہیں کی خاک کے غالب عنصر کے ساتھ خلق فرما چکا۔ اور ان انسانی اقوام کا اپنی نافرمانیوں اور سرکشیوں کے سبب بیشتر حصہ ہلاک ہو چکا تو اس نے ایک جامع کمالات قوم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا۔ تا کہ اُسے پہلے انسانوں کا جانشین زمین میں بنائے۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٧٢﴾ (ص ٣٨۔ ٧١ تا ٧٢)

جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنیوالا ہوں پس جب میں اس کو ٹھیک کرلوں اور اس میں روح پھونک دوں تو تم سب اس کی تعظیم کو جھک جانا۔

اَللّٰہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا فرمان عالمِ امر میں نازل ہوا کہ ہم ایک بشر مادّہ سے پیدا فرمانے والے ہیں۔ جس کا غالب عنصر خاک ہوگا۔ پس جب یہ خاکی

پتلا علم الٰہی کے بموجب وجود میں آجائے۔ اور امرِالٰہی سے اس میں روح داخل ہو جائے۔تو ملائکہ عنصریون جو وہاں موجود ہوں۔ اس کی تعظیم کو جھک جائیں۔

مشیتِ الٰہی سے ایک نفس واحدہ وجود میں آیا۔ اور اس نفس واحدہ سے ایک حسین وجمیل پیکر نمودار ہوا۔جس میں امرِالٰہی سے روح داخل ہوئی، جب روح داخل ہوئی تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سب ملائکہ عنصریون جو وہاں موجود تھے۔تعظیم کے لئے جھک گئے۔مگر قوم جن کا سردار جو رسول بھی تھا۔ اور آفرینش آدمؑ کے وقت وہاں موجود تھا۔جس کا نام ابلیس ہے، تعظیم سے منحرف ہوا۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ (الکھف ۱۸۔۵۰)

اور جب ہمارا حکم نازل ہوا۔ کہ سب فرشتے آدم کی تعظیم بجا لائیں تو سب تعظیم بجا لائے۔مگر ابلیس جو قومِ جن سے تھا فرمانِ الٰہی سے منحرف ہوا۔

ابلیس کے لئے امرِالٰہی نازل ہوا۔ کہ تو نے کیوں تعظیمِ آدم سے انحراف کیا۔

يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ۝۷۵ (ص ۳۸۔۷۵)

اے ابلیس کس چیز نے تجھ کو اسکی تعظیم سے روکا جسے قدرت خاص سے ہم نے خلق فرمایا۔کیا تو نے تکبر کیا، کیا تو عالین میں سے ہے۔

جب ابلیس سے جواب طلب ہوا۔ کہ تو نے ایک ایسی ہستی کی تعظیم سے کیوں انحراف کیا۔جس کو دستِ قدرت نے خاص طور پر خلق فرمایا۔ اور کیوں حکم الٰہی کے سامنے تکبر کیا۔ کیا تو عالین میں سے ہے؟ روحانی ملائکہ عالین کہلاتے ہیں۔ ابلیس نے عرض کیا۔

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۝۷۶ (ص ۳۸۔۷۶)

میں اس سے بہتر ہوں۔تو نے مجھے آگ سے پیدا فرمایا۔اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔

اس متکبرانہ جواب سے وہ کافر ہوگیا۔ اور قوم جن سے رسالت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ اور جو فضیلت انسان پر تھی وہ بھی جاتی رہی۔

حکم الٰہی نازل ہوا۔

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۝۷۷ۚۖ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۝۷۸
(ص ۳۸۔۷۷۔۷۸)

یہاں سے نکل جا۔تو راندہ ہوگیا۔ تجھ پر میری لعنت روز جزا تک ہے۔

رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۝۷۹ (ص ۳۸۔۷۹)

پروردگار پس مجھے اُس دن تک کے لئے مہلت دے۔ جب لوگ اُٹھائے جائینگے۔

حکم الٰہی نازل ہوا۔

فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۝۸۰ۙ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۝۸۱ (ص ۳۸۔۸۰۔۸۱)

اچھا تو مہلت پانیوالوں میں ہے۔ اس دن تک جس کا وقت معلوم ہے۔

ابلیس کو روز قیامت تک کا طول عمر دیا گیا۔ اور شیطان لقب مقرر ہوا۔ جب ابلیس کی رسالت وفضیلت ختم ہو چکی۔تو فرمانِ الٰہی نازل ہوا۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ (البقرۃ ۲۔۳۰)

زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔

ملائکہ عنصریون جو وہاں حاضر تھے۔ اور پہلے کے انسانوں کی خونریزی وفساد انگیزی دیکھے ہوئے تھے۔عرض کرنے لگے۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ

وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ (البقرۃ ۲۔۳۰)
کیا زمین میں ایسے شخص کو اپنے سے پہلے انسانوں کا جانشین بنایا جائے گا۔ جو فساد پھیلائے اور خونریزی کرے۔ اور ہم تیری حمد کرتے اور تقدیس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہوا کہ

اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ (البقرۃ ۲۔۳۰)
جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

اَللّٰہ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ نے اسی نفس واحدہ سے جس سے آدمؑ وجود میں آئے تھے۔ ان کی زوجہ کو خلق فرمایا۔ اور دونوں کو فرمانِ الٰہی ہوا کہ باغ میں رہو۔ اور جو چاہو کھاؤ پیو۔ مگر ایک خاص درخت کے قریب نہ جانا۔

ہم کو صرف یہ بتایا گیا ہے۔ کہ آدم کو اور ان کی زوجہ کو کسی خاص درخت کے قریب جانے اور اس کا پھل کھانے کی ممانعت تھی۔ شجر ممنوع کا نام ونشان ہم کو نہیں بتایا گیا۔ جب آدمؑ اور ان کی زوجہ باغ میں رہنے لگے تو ہدایت الٰہی ہوئی کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس سے ہوشیار رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو یہاں سے نکلوا دے۔

آدم اور ان کی زوجہ جو باغ میں معصومانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد شیطان نے اُن کو ورغلایا۔ اور دِل میں بھی وسوسہ ڈالا۔ آخر وہ معصوم دھوکا کھا گئے۔ اور شجر ممنوع کا پھل کھا لیا، پھل چکھتے ہی لباس معصومیت اُتر گیا اور شرمگاہیں کُھل گئیں جن کو باغ کے پتوں سے چھپانے لگے۔

فرمانِ الٰہی نازل ہوا کہ کیا تمہیں اس درخت کا پھل چکھنے سے منع نہیں کیا گیا

تھا۔ اور کیا تم سے نہیں کہا گیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کے فریب میں نہ آنا۔

دونوں نے عرض کی۔ ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اگر تو نہ بخشے اور رحم نہ فرمائے تو ہم نقصان اُٹھانے والوں میں ہوں گے۔

حکم ہوا اچھا تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ ہے۔ اور سب ضروریاتِ زندگی کا سامان ہے۔

اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝۳۶ (البقرۃ ۲۔۳۶)

اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور سرو سامان ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام مع اپنی زوجہ کے جب کرۂ ارض کی بالائی سطح سے وسط زمین پر اُتارے گئے تو اس مقام کو آدمزاد کی اولاد کے لئے ایک نشانی قرار دیا گیا۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ (البقرۃ ۲۔۱۵۸)

بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔

پھر جب جس مقام پر حضرت آدمؑ کو پہلی وحی سے سرفراز فرمایا گیا اس کو بھی مشعر الحرام کہا گیا ہے۔

حضرت ختم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب حجۃ الوداع میں عرفات سے واپس ہو کر مقام مزدلفہ پر آئے۔ جہاں اول الانبیاء حضرت ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی وحی کا نزول ہوا تھا تو فرمایا:

''زمانہ پھر پھرا کر آج پھر اُسی نقطہ پر آ گیا۔''

اس ارشاد مبارک میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ تھا کہ یہی وہ مقام ہے، جہاں دینِ حق کی پہلی آیت نازل ہوئی تھی اور آج اسی مقام پر اُس ہدایت کی تکمیل ہوئی:

جس وقت آدم کے جسم عنصری میں روح پھونکی گئی تو اُن سے پیدا ہونے والے سب افراد کی ارواح کو جو علم الٰہی میں تھیں اَللّٰه رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نے خود ان کو ان کے اوپر گواہ بنایا کہ

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ (الاعراف ۷۔۱۷۳)

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں

بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ (الاعراف ۷۔۱۷۳)

ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رب ہے

یہ شہادت اس لئے تھی کہ قیامت کے دن لاعلمی کا عذر نہ کر دیں۔

اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ (الاعراف ۷۔۱۷۲)

قیامت کے دن یہ نہ کہہ دو کہ ہم بے خبر تھے۔

ربوبیت کا اقرار اور قیامت کا یقین روح کی فطرت ہے۔ پھر جب آدمؑ جنت سے اتارے گئے تو نسل آدمؑ کے لئے پہلی ہدایت یہ تھی۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ (الاعراف ۷۔۳۵)

اے بنی آدم اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو میری آیتیں تم کو سنائیں تو جو اتقاء اور عمل صالح پر کاربند ہونگے۔ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا۔ نہ وہ غمگین ہوں گے۔

رسولوں پر ایمان، اتقاء اور عمل صالح، بنی آدم کے لئے اولین ہدایت ہے، رسالت میں ملائکہ پر بھی ایمان لانا شامل ہے، اتقا اصل دین ہے، اور عمل صالح اتباع شریعت کے بغیر ممکن نہیں۔

دین کی بنیاد اتقاء پر ہے۔ یعنی ایمان کامل پر اور ایمان مشتمل ہے پانچ عقیدوں پر:

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (البقرۃ ۲۔۱۷۷)

ایمان لائے اللہ پر، یوم آخر پر، ملائکہ پر، کتابوں پر، نبیوں پر۔

عقائد صحیحہ کے ساتھ اعمال صالح کی بھی ہدایت ہے اور اعمال صالحہ اتباع شریعت کے محتاج ہیں۔ عبادات اور معاملات قانونِ شریعت کے تابع ہیں، یہی اسلام ہے جس کے لئے بنی آدم مکلف ہیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ (آل عمران ۳۔۸۵)

اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین ڈھونڈے تو اس کا وہ دین مقبول نہ ہوگا۔ اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں ہوگا۔

بنی آدم کے لئے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کی طرف سے دین اسلام ہی ہے۔ جو فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ (آل عمران ۳۔۱۹)

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

سب رسولوں کا ایک ہی دین ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا (آل عمران ۳۔۳۳)

اللہ نے آدم اورنوح کو برگزیدہ کیا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (الشوریٰ ۴۲۔۱۳)

اس نے تمہارے دین کی وہی شریعت ٹھہرائی ہے جس کی وصیت نوحؑ کو کی تھی اور جس کو ہم نے تجھ پر وحی کیا۔ اورجس کی وصیت ابراہیمؑ، موسیٰؑ، اورعیسیٰؑ کو کی تھی۔ کہ اسی دین کو قائم رکھنا۔ اوراس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

ابوالبشر سے ایک ہی دین چلا آرہا ہے۔جس کی وصیت ہر زمانہ کے رسولوں کو ہوئی اور وہ سب مسلمان تھے۔

سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا (الحج ۲۲۔۷۸)

اللہ نے پہلے ہی سے تمہارا لقب مسلمان رکھا اوراب بھی

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ (فصلت ۴۱۔۳۳۹)

اس سے بہتر کس کا قول جو اللہ کی طرف بُلائے اور نیک کام کرے۔ اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

جب ابلیس آدم کی تعظیم سے منحرف ہو کر ملعون ہوا تو اس نے آدمزاد کو بہکانے کی قسم کھائی۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾

(ص۳۸۔۸۲)

بولا قسم ہے تیری عزت کی سب آدمزاد کو گمراہ کرونگا۔ سوائے تیرے مخلص

بندوں کے۔

خناس

خناس ایک قوت ہے۔ جو جن وانس کے سینے میں ودیعت کی گئی ہے۔ اس قوت کا خواص وسوسہ پیدا کرنا ہے اسی خناس نے ابلیس کو بھی وسوسہ میں ڈال کر نافرمانی کا گناہ سرزد کرایا تھا۔ یہ قوت روزِ آفرینش سے ہر جن وانس میں ودیعت ہے۔

ہر جن و انس میں اثر اندازی کی قوت بھی ودیعت ہے۔ جو ریاضت سے ابھرتی ہے جس میں یہ قوت ابھر آتی ہے۔ وہ دوسرے پر اثر ڈال سکتا ہے۔ شیطان میں یہ قوت بہت زیادہ ہے۔ وہ اپنی اسی قوت سے دوسروں کے دلوں پر اثر ڈالتا ہے۔ یہی اثر اندازی شیطانی وسوسہ کہلاتی ہے، خناسی وسوسہ اور شیطانی وسوسہ میں یہ فرق ہے کہ خناسی وسوسہ میں جس امر کا وسوسہ ہے اسی کا بار بار اعادہ ہوتا ہے۔ اور شیطان وسوسہ جلد زائل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شیطان کا وسوسہ باہر سے آتا ہے۔ اور خناس کا وسوسہ سینہ میں ہی پیدا ہوتا ہے۔

شیطان

جب آدمؑ اور شیطان کرۂ ارض کی بالائی سطح سے اُتارے گئے تو آدمؑ اور ان کی زوجہ کو کرۂ ارض کے وسط میں بین الصفا والمروہ اتارا گیا۔ اور شیطان کا مسکن کرۂ ارض کی پست ترین منزل کو جو قطب جنوبی میں ہے قرار دیا گیا ہے۔

آدمؑ سے معصومیت کا لباس اترتے ہی ظاہری نظر کے سامنے ایک حجاب پیدا

ہوگیا جس کی وجہ سے ملائکہ اور جنات جسمانی آنکھ سے نظر نہیں آتے۔ جب تک کہ وہ خود نظر آنا نہ چاہیں۔

شیطان کا مسکن قطب جنوبی میں ہے۔ اس کی سب ذریات بھی وہیں ہے، دیگر جنات جو ذریاتِ ابلیس سے نہیں ہیں کرۂ ارض کے ہر حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔

شیطان اپنی ذریات کو گوشۂ زمین کے ہر حصّہ میں بہکانے کے لئے بھیجتا ہے، اس کی ذریات میں موت و پیدائش کا سلسلہ جاری ہے۔ صرف ابلیس کو قیامت تک کی زندگی دی گئی ہے۔

شیطان نے آدمزاد کو بہکانے کی تو مہلت مانگی ہی تھی۔ مگر وہ ان جنات کو بھی بہکاتا ہے جنہوں نے آدمزاد کی فضیلت کو تسلیم کر کے انسانی رسالت کو قبول کر لیا۔

ذریات شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ آدمزاد کو اور ان جنات کو جو انسان کو اشرف سمجھتے اور ان کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں بہکائے۔ یہ بہکانا صرف راہِ حق سے گمراہ کرنا۔ کفر و الحاد اور شرک و بدعت میں مبتلا کرنا ہے اور خناس کے اُن وسوسوں کی معاونت کرنا ہے۔ جن سے ہر قسم کے گناہ اور بدترین اعمال ظہور میں آتے ہیں۔

شیاطین میں قوتِ پرواز بھی ہے۔ ملاء اعلیٰ سے جو احکام ملائکہ عنصریون پر نازل ہوتے ہیں۔ انہیں سننے کے لئے عالم بالا تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں مگر محافظ فرشتے ایک دہکتا ہوا شعلہ ان پر مار دیتے ہیں۔

ذریات ابلیس تو سب شیاطین ہیں۔ مگر کافر جنات بھی شیطان کے لقب سے ملقب کئے گئے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع جنات کے چند لشکر کئے

گئے تھے۔جن میں مسلم بھی تھے۔اور کافر بھی تھے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (النمل ۲۷۔۱۷)

اورسلیمانؑ کے لئے جن و انس کے لشکر جمع کئے۔

جنات جو حضرت سلیمانؑ کے تابع تھے۔ یہ سب حضرت سلیمانؑ کے حکم سے انسانی شکل میں رہتے تھے۔ جو مسلمان جن تھے وہ لشکر میں صف بصف رہتے تھے اور جو کافر تھے وہ معمار اور غوطہ خور تھے۔

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ (ص ۳۸۔۳۷)

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ط (سبا ۳۴۔۱۳)

اور کافر جن سب معمار اور غوطہ خور تھے۔ وہ بناتے تھے ان کے لئے جو چاہتے۔ جیسے محرابیں، نقش ونگار، لگن حوض کی طرح اور دیگیں ایک ہی جگہ جمی رہنے والی

کافر جن سحر بھی لوگوں کو سکھاتے تھے يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ق اکثر لوگ اُن کے شاگرد ہو گئے تھے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ج (البقرۃ ۲۔۱۰۲)

اور اُن کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین پڑھا کرتے تھے سلیمانؑ کے عہد میں۔

ساحر جنات میں بعض ایسے سرکش تھے کہ انہیں زنجیروں میں باندھا جاتا تھا۔جس طرح انسان میں مختلف طاقت کے لوگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح جنات میں بھی مختلف طاقت کے لوگ ہوتے ہیں، بعض اتنے طاقت ور ہوتے ہیں کہ دور و دراز مقامات سے بڑی بھاری چیزیں اُٹھا کر چشمِ زدن میں لا سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سلیمان نے جب ملکۂ بلقیس کے تخت کا حال سنا تو فرمایا کوئی

ہے۔ جو اس کا تخت اُٹھا لائے۔

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ (النمل ۲۷۔۳۹)

جنات میں سے ایک قوی ہیکل دیو نے کہا میں لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں قوت رکھتا ہوں۔ امانت دار ہوں۔

جنات کے بے شمار گروہ ہیں کافر جنات میں بعض بہت شریر اور بدچلن ہوتے ہیں۔ مسلمان جنات میں بھی بعض شوخ طبع ہوتے ہیں۔

شریر جن کبھی کبھی اکیلے آدمی کو ڈرا دیتے ہیں، کبھی جسم کو چھو کر خبطی بنا دیتے ہیں، ایسے واقعات بد دین، بدعمل، گندے اور ناپاک لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں، بھوت پریت اور آسیب کے قصّے جھوٹ نہیں ہیں، شیطان اکثر کمزور ایمان والوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے ہیں، یہی کافر شیطان ارواح خبیثہ کے نام سے عوام میں مشہور ہیں۔ جو تنہائی اور تاریکی میں ضعیف القلب اور ضعیف الایمان لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ ان کی اثر اندازی خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں ہوتی ہے۔ کبھی شیر کی شکل دانت نکالے ہوئے حملہ آور نظر آتی ہے، کبھی ایک مہیب دیو آنکھیں چمکاتا اور ہاتھ بڑھاتا نظر آتا ہے، کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے دبوچ لیا ہے۔ اور اس کی موٹی موٹی انگلیاں گلا دباتی ہیں۔ قسم قسم کے خوفناک مناظر اور طرح طرح کے ڈراؤنے تماشے دکھائی دیتے ہیں۔

اگر کوئی شخص فجر کی سنتوں میں بعد فاتحہ ایک ایک بار معوذتین پڑھا کرے اور رات کو سوتے وقت تین بار تعوذ پڑھ لیا کرے تو شیطانی اثر اندازیاں نہ ہوں۔

رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

(المومنون ۲۳۔۹۷ تا۹۸)

اگر کسی پر آسیب کا خلل یا سحر کا اثر ہوتو ذیل کی آیتِ کریمہ ستر بار پڑھ کر پانی پر دم کریں، پلائیں بھی اور اس پانی سے غسل بھی کرائیں۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ (الاسراء ۱۷۔۸۱)

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں مذکورہ آیتِ کریمہ ایک ہزار بار پڑھنے سے حقیقت مثالیہ الفاظ کے صلب سے جوش کرتی ہے اور پڑھنے والے کی زبان میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح الفاظ میں معانی پوشیدہ ہوتے ہیں اسی طرح معانی میں تاثیر پوشیدہ ہوتی ہے۔ جس طرح رگڑ سے بجلی پیدا ہوتی ہے اسی طرح تکرار الفاظ سے تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

ناگ پھنی تھوڑ کو شیاطین کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾

(الصافات ۳۷۔۶۴ تا ۶۵)

وہ درخت جو دوزخ کی جڑ میں نمودار ہوتا ہے وہ شیاطین کے سروں کی طرح ہوتا ہے۔

تھوڑ کو شیاطین کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیاطین کے سر ایسے ہوتے ہیں جیسے تھوڑ، اور سانپ بھی تھوڑ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس تشابہ کی وجہ سے تھوڑ کو ناگ پھنی کہتے ہیں، سر میں چہرہ داخل ہے۔

اسی تشابہ کی وجہ سے ایک موقع پر سانپ کو جان بھی کہا گیا ہے۔

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ (النمل ۲۷۔۱۰)

جب اس طرح چلتے ہوئے دیکھا جیسے جان یعنی سانپ

فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ (طٰہٰ ۲۰۔۲۰)

تو اپنا عصا ڈالا، پس وہ سانپ بن کر چلنے لگا۔

جان کو سانپ سے اور سانپ کو جان سے مشابہت ہے۔

ایک موقع پر سانپ کو شیطان بھی کہا گیا ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ (ص ۳۸۔۴۱)

ہمارے بندہ ایوبؑ کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھکو سانپ نے اذیت و تکلیف پہنچائی۔

یہ واقعہ کسی سفر میں پیش آیا تھا۔ اہل وعیال سب ساتھ تھے۔ حضرت کسی ضرورت سے قافلہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ قافلہ تو گزر گیا تھا اور حضرت کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ جب زہر کی تکلیف و اذیت زیادہ محسوس ہوئی تو حضرت نے دعا مانگی۔

اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ (الانبیآء ۲۱۔۸۳)

مجھے ضرر پہنچا ہے اور تو اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ہے۔

دعا قبول ہوئی قریب ہی ٹھنڈے پانی کا کوئی چشمہ تھا۔ ہدایت ہوئی کہ سرد پانی سے خوب غسل کرو اور پانی پیو پھر سبز تنکوں کا ایک مُٹّھا ہاتھ میں لیکر مقامِ زخم پر جھاڑ دو۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ (ص ۳۸۔۴۲)

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ (ص ۳۸۔۴۴)

قدم بڑھاؤ، قریب ٹھنڈے پانی کا چشمہ ہے غسل کرو، اور پانی پیو۔

اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا مٹھا لیکر جھاڑو اور پریشان مت ہو۔

چنانچہ حضرت نے چشمہ پر پہنچ کر غسل کیا اور پانی پیا۔ پھر سبز تنکوں کا ایک

مُٹّھا ہاتھ میں لیکر جھاڑا، حق تعالیٰ نے شفا بخشی، زہر کا اثر باطل ہوا، تکلیف دور ہوئی، حضرت نے شکر ادا کیا۔

اہل وعیال سب جدا ہو چکے تھے، حضرت نے بڑے صبر و استقلال سے بیابان میں یہ سخت وقت گزارا تھا۔ اللہ جل قدرہ نے اہل وعیال کو ملا دیا اور کاروبار میں برکت دی۔

ایک بزرگ نے کہا، کسی کو اگر سانپ کاٹے یا پُھنکار مار دے تو سرد پانی سے غسل کرائیں اور جب تک زہر اُتر نہ جائے۔ برابر مار گزیدہ پر سرد پانی کا چھینٹا مارتے رہیں۔ اور ستر تنکوں کا ایک مُٹھا ہاتھ میں لے کر جھاڑتے رہیں۔ جھاڑتے وقت جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ پڑھتے رہیں۔ جب زہر کا اثر زائل و باطل ہو جائے تو ٹھنڈے پانی پر دم کر کے پلائیں۔ (الاسراء ۱۷۔۸۱)

سبز تنکے خواہ نیم کے ہوں یا کسی سرسبز درخت کی پتلی پتلی شاخیں ہوں۔

ابوالبشر

حضرت آدمؑ مع حضرت حواؑ جب کرۂ ارض کی بالائی سطح پر اُتارے گئے تو وسط ارض پر سرزمین حجاز کی اس بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑے گئے جہاں اب کعبہ ہے۔ حضرت اس خشک وغیر شاداب جگہ کو دیکھ کر گھبرائے سبزہ زار جنت یاد آیا اور اپنی نافرمانی کے خیال سے ندامت وگھبراہٹ کے ساتھ دوڑنے لگے۔ یہ مقام بین الصفا و المروہ تھا، پھر پیاس کی شدت سے بے قرار ہو کر پروردگار سے فریاد کی۔ چنانچہ دونوں پہاڑیوں سے کچھ فاصلہ پر نشیب میں ایک

چشمہ آب نمودار ہوا۔ اور دونوں نے اسی چشمہ کے قریب سکونت اختیار کی اور عبادت کے لئے ایک جگہ مخصوص کرلی۔

احرام

جنت سے جب منتقل کئے گئے تو حضرت آدمؑ اور اُن کی زوجہ کو دو چادریں ستر پوشی کے لئے عطا فرمائی گئیں۔ جن کو بطور احرام پہن کر اُترے گزران کے لئے پروردگار نے بھیڑیں اور بکریاں عطا فرمائیں، ابتداً دودھ اور گوشت غذا تھی۔

چشمہ کے گرد ایک منڈیر بنا دی تھی۔ یہی چشمہ چاہ زمزم کے نام سے موسوم ہے۔ عبادت کی جگہ ایک چبوترہ بنا لیا تھا۔ اسی جگہ اب کعبہ ہے۔ جب اولاد کی کثرت ہوئی تو کھالوں کے خیمے بنائے۔ اور بالوں کے کمبل بنا کر جامہ بنایا صرف ایک لمبا کرتا بغیر آستین کا ہوتا تھا۔

وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُيُوۡتًا (النحل ۱۶۔۸۰)

اور بنائے تمہارے لئے کھالوں کے خیمے رہنے کو

وَمِنۡ اَصۡوَافِهَا وَاَوۡبَارِهَا وَاَشۡعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيۡنٍ۝۸۰ (النحل ۱۶۔۸۰)

اور اُون، روئیں، بال سے بہت سی ضروریات زندگی

موسمی حوادث سے بچنے کے لئے پہاڑوں میں جگہیں بنالیں۔

وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَكۡنَانًا (النحل ۱۶۔۸۱)

اور بنائیں تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ لینے کی جگہیں۔

پھر جب اولاد بہت بڑھ گئی تو اطراف میں کسی شاداب مقام کی تلاش شروع

کی چنانچہ طائف کو پسند کر کے اپنے اہل و عیال کو لیکر وہاں آباد ہو گئے۔ سالانہ اپنی پہلی عبادت گاہ پر حاضر ہوتے تھے اور اپنے سب اہل و عیال کو ساتھ لیجاتے تھے اور قربانی کرتے تھے۔

مشعرالحرام

مزدلفہ وہ مقام ہے۔ جہاں حضرت آدمؑ پر پہلا صحیفہ نازل ہوا، جب طائف کی طرف منتقل ہو رہے تھے اور سب اہل و عیال ساتھ تھےمقام مزدلفہ پر قیام فرمایا۔اور اسی مقام پر پہلا ہدایت نامہ جو ایک دستور العمل تھا۔نازل ہوا، دین و شریعت سے مکلف کئے گئے۔

روایاتِ اعراب میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب طائف میں سکونت اختیار کر لی تھی ہر سال اپنی پہلی عبادت گاہ پر مع اہل وعیال جایا کرتے تھے۔ آخر عمر میں جب معمول کے مطابق اپنی پہلی عبادت گاہ پر آئے اور قربانی سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو راہ میں وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئے کسی زمانہ میں مدفن کے قریب ایک مسجد بھی بنائی گئی ہے جو مسجد آدم کے نام سے مشہور ہے۔ اسی سے متصل وہ وسیع میدان ہےجس کو عرفات کہتے ہیں

کچھ اولاد آدم جدہ میں آباد ہوگئی تھی۔ حضرت کی رحلت کے بعد حضرت حوّا کسی تقریب میں جدہ گئی تھیں، وہیں وفات پائی، قبر شریف اب تک جدہ میں موجود ہے۔

جب جنت سے منتقل ہوئے تھے تو آدم و حوا دونوں احرام میں ملبوس تھے جنت سے یہی لباس پہنا کراتا را گیا تھا۔ اس لئے ذریات آدم علیہ السلام حج کے

موقع پر احرام پہن کرارکان حج ادا کرتے ہیں اور یہ فرض ہے۔

آدم علیہ السلام مسلمان تھے اور ان کی اولاد بھی مسلمان تھی جب اولاد آدم اطراف عالم میں پھیلی تو ہر جگہ کی آب و ہوا، حالات و ماحول کے مطابق عقائد و اعمال میں تغیر شروع ہوا،ادھر شیطان جو اولاد آدم کی گھات میں تھا اپنا جال بچھاتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف قسم کے بے شمار وساوس وادہام پیدا ہونا شروع ہوگئے۔ بعض نے حضرت آدم علیہ السلام کا بت بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی کسی نے فرشتوں اور جنوں کو دنیا کے نظام کا حاکم سمجھ کر قابل پرستش یقین کرلیا۔ کوئی اراوح مردگان سے مرادیں مانگنے لگا۔ کسی نے ستاروں کو نظم عالم کا مختار تصور کیا۔ کوئی مادہ پرست ہو کر دہریہ ہوگیا۔ غرض طرح طرح کے عقائد و مذاہب نے فروغ پکڑا اور کفر و جہالت کی تاریکی چھا گئی۔ اسی حالت میں صدیاں گذر گئیں اور اولاد آدم دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلتی چلی گئی اور ہر جگہ کی آب و ہوا اور حالات وماحول کی مناسبت سے عقائد و مذاہب بھی پھیلتے چلے گئے۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٩﴾ (یونس ۱۰۔ ۱۹)

اور ابتدا میں سب آدم زاد ایک ہی امت تھے۔ پھر مختلف ہو گئے اور اگر تمہارے پروردگار نے پہلے سے ایک فیصلہ نہ کر دیا ہوتا تو جن باتوں میں اختلاف تھا ان کا فیصلہ کر دیا جاتا۔

چنانچہ جب کفر کی طغیانی اور شرک کی نجاست پورے جزیرہ نمائے عرب پر پھیل گئی تو بزمانہ حضرت نوح علیہ السلام عذاب الٰہی طوفان کی شکل میں ظاہر ہوا جس نے سرزمین عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور جملہ سرکش اقوام ہلاک ہوگئیں۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ (القصص ۲۸۔ ۵۹)

اورتمہارے رب کا یہ قانون ہے کہ وہ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان میں ایک رسول کو مبعوث نہ کردے جو انہیں آیات پڑھ کرسنائے اور ہم بستیوں کو ہلاک کرتے نہیں مگر اس حالت میں کہ وہاں کے رہنے والے بدعمل ہوں۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿١٥﴾ (الاسراء ۱۷۔ ۱۵)

اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیجیں اس وقت تک عذاب نہیں بھیجتے۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾ (فاطر ۳۵۔ ۲۴)

اور کوئی قوم نہیں جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد انبیاء مبعوث ہوئے اور ان میں حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی امتیں بہت ترقی یافتہ تھیں عذاب میں ہلاک ہوگئیں۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ڛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ (ابراہیم ۱۴۔ ۹)

تم سے پہلے جو قومیں گذر چکیں کیا تم کو ان کی خبر نہیں پہنچی، قوم نوح، عاد اور ثمود اور وہ جو ان کے بعد ہوئیں جو اللہ ہی کے علم میں ہیں۔

طوفانِ نوح علیہ السلام کے بعد جو مومنین صالحین بچے تھے ان کی اور حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے چند صدیوں میں ایک بڑی قوم بن گئ تھی جس میں شیطان کے اغوا سے پھر وہی ہمہ گیر بدعملی کا دور دورہ ہوا اور ہدایت کے لئے حضرت ہود مبعوث ہوئے، جب سرکشی اور گمراہی حد سے متجاوز ہوئی تو

عذاب الٰہی طوفان باد کی صورت میں نازل ہوا اور سب گنہگار ہلاک ہو گئے جو مومنین صالحین بچے تھے حضرت ہود علیہ السلام کی رحلت کے بعد حضرت لقمان علیہ السلام ان کی قیادت کرتے رہے چند صدیوں میں یہ بھی ایک بڑی قوم بن گئی اور پھر وہی بے دینی ، بدعملی اور معصیت عام ہوئی اور ہدایت کے لئے حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے، جب سرکشی اور طغیانی حد سے بڑھی تو عذاب الٰہی زلزلہ کی شکل میں نازل ہوا، ساری قوم تباہ ہوگئی جو مومنین صالحین بچے تھے وہ اطراف میں پھیل گئے اور چند صدیوں میں ان کی اولاد کی کئی قومیں بن گئیں۔ جو ملک عرب کے مختلف حصوں میں آباد تھیں جب ان اقوام میں بھی تصرفات شیطانی اثر انداز ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اسی زمانہ میں ایک بڑی بستی میں جہاں بے دینی، بدعملی، بے حیائی بہت پھیلی ہوئی تھی حضرت لوط علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ جب ان کی قوم نے ہدایت حاصل نہیں کی تو عذاب نازل ہوا اور سب تباہ ہو گئے۔ سوائے حضرت لوط کے ساتھیوں کے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرب کے بیشتر مقامات کی سیاحت فرمائی اور تبلیغ اسلام فرماتے رہے۔ آخر عمر میں حجاز کو سکونت گاہ بنایا۔ اور طائف میں آباد ہو گئے۔

حضرت ختم المرسلین حضرت ابراہیم کی اولاد سے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت کی اولاد میں بہت پیغمبر ہوئے جب گمراہی بہت بڑھتی اور پہلے پیغمبر کی تعلیمات مستور ہوجاتیں دوسرے پیغمبر کا ظہور ہوتا تھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم آخری پیغمبر ہیں اب کوئی پیغمبر آنے والا نہیں ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب ۳۳۔ ۴۰)

محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کے خاتمہ کی مہر ہیں (یعنی آخری پیغمبر ہیں۔)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا ۳۴۔ ۲۸)

اور ہم نے تجھ کو سب انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔

حضرت ختم الانبیاء ساری دنیا کے انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے،امت مسلمہ ملتِ ابراہیم علیہ السلام کی پیرو ہے۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط (ال عمران ۳۔ ۹۵)

پس ابراہیم علیہ السلام حنیف کی ملّت کا اتباع کرو۔

خوابِ خلیل

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بلوغ کے قریب پہنچے۔تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کررہے ہیں۔حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ سے اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے خود کو بخوشی قربانی کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ مروہ پہاڑی پر بیٹے کو لے گئے۔ اورقربان کرنا چاہا۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کو نِدا ہوئی۔ کہ اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا،اس وقت حضرت ابراہیمؑ سمجھے کہ یہ خواب ایک آزمائش تھی،حضرت ابراہیمؑ نے مروہ سے صفا تک اور صفا سے مروہ تک چند پھیرے کئے اور حضرت اسماعیلؑ کو ساتھ لے کر مسجد حرام کی (جو طوفان نوح میں منہدم ہو چکی تھی اور عرصہ دراز سے ویران پڑی تھی) ازسرِنو بنیاد اٹھائی۔ اور حضرت اسماعیلؑ کو اس کی خدمت کے لئے مامور کیا۔ یہی قبلہ اور کعبہ ہے۔اسی کے قریب حضرت ابراہیمؑ

نے اپنے اہل وعیال کو لاکر آباد کر دیا جو طائف میں سکونت پذیر تھے۔

کعبہ

دنیا میں سب سے پہلا معبد جو انسانوں کے لئے بنا۔ وہ بیت العتیق ہے جس کو مسجد الحرام بھی کہتے ہیں۔ جس کے بانی حضرت آدم علیہ السلام ہیں، طوفان نوحؑ میں یہ معبد اول منہدم ہو گیا تھا۔ جو صدیوں تک ویران رہا حضرت ابراہیمؑ نے ازسرِ نو بنایا۔ اور نماز کے لئے ایک جگہ مقرر کر دی۔ جو مقامِ ابراہیم کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب مسجد حرام بن گئی تو دعا کی کہ

پروردگار جو چیزیں مستور ہوگئی ہیں۔ ان کی طرف ہماری رہنمائی فرما، تاکہ ہم صحیح طریقے سے ارکانِ حج ادا کریں۔ اور شعائر اللہ کا احترام کریں۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۚ‏﴿۹۶﴾ (اٰل عمران ۳۔۹۶)

بے شک پہلا معبد جو انسانوں کے لئے بنا وہ مکہ میں ہے برکت والا اور لوگوں کے لئے ہدایت کا مرکز ہے۔

مکہ مکرمہ

ابتداً اس نو آبادی کو بکّہ کے نام سے موسوم کرتے تھے، کیونکہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی ذرّیات بلند آواز سے دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

طوفان نوحؑ سے قبل مسجد حرام آباد تھی۔ وہ اولادِ آدمؑ جو طائف سے جدّہ تک آباد تھی۔ اور جس نے سرزمین حجاز سے ہجرت نہیں کی تھی۔ مسجد حرام کی محافظ تھی۔

حضرت آدمؑ کی وہ اولاد جو جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گئی تھی۔ سال میں ایک بار مسجد حرام کی زیارت کے لئے جمع ہوتی تھی۔ اور جو جانور قربانی کے لئے ساتھ لائے جاتے تھے۔ وہ مروہ پہاڑی پر ذبح کئے جاتے تھے۔ اور مساکین کی ضیافت ہوتی تھی۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب مسجد حرام قائم کی تھی تو اپنی اولاد کو سال میں ایک بار حاضر ہو کر قربانی کرنا لازمی قرار دیا تھا۔ اور قربانی کی جگہ مروہ مقرر فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے بھی مروہ پہاڑی کو قربانی کے لئے مخصوص فرمایا، مدّت مدید کے بعد جب حُجاج کی کثرت ہوئی تو بجائے مروہ کے مِنیٰ کو قربان گاہ قرار دیا گیا۔

لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیۡنٌ

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾

(الرحمٰن ۵۵۔۱ تا ۴)

رحمن نے قرآن پڑھایا۔ انسان کو پیدا کیا۔ بیان سکھایا۔

جَعَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا (الزخرف ۴۳۔۳)

بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۹۵﴾ؕ (الشعراء ۲۶۔۱۹۵)

بنایا ہم نے اس قرآن کو عربی

بیان والی عربی زبان میں

انسان کی قدرتی زبان عربی مبین ہے۔ دنیا کے کسی ملک اور کسی قوم میں جب انسان کا بچہ پہلے لفظ جو بولتا ہے۔ وہ عربی زبان کے ہوتے ہیں۔ خواہ بچہ

کے والدین اور گردوپیش کے افراد کی کوئی بھی زبان ہو۔ ہر بچہ کے ابتدائی اور اولین الفاظ یہ ہوتے ہیں۔

اَل (اللہ) اَم (ماں) اَب (باپ) بُو (باپ) مَا (پانی) مُو (پانی) بَل (بلیٰ) ایل (اللہ) ھُو (وہ) وغیرہ

اطراف عالم میں جب اولاد آدم پھیل گئی۔تو مقامی ضروریات اور گردوپیش کے حالات کے اقتضا سے زبانوں میں تغیر شروع ہوا۔ اور چونکہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا (البقرۃ ۲۔۳۱) کی تاثیر فطرتِ انسانی میں ودیعت ہو چکی تھی اس لئے ملکی خصوصیات اور ماحول کے مطابق نئے نئے الفاظ وضع ہو کر مختلف اور متعدد زبانیں بولی جانے لگیں، اُمُّ الۡاَلۡسِنَّةِ تو عربی مبین ہے۔ اور دنیا کی جملہ زبانیں اس کی ذُرّیات ہیں۔

لفظ ''عربہ'' کا مفہوم وسعت یا پھیلاؤ ہے۔جس کو ایسے بیابان سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔جس کا کنارہ معلوم نہ ہو۔

زبان میں جس طرح ذائقہ کا حِس ہے۔ اسی طرح زبان میں ایک خاص قوت بھی ہے۔ جو دماغ سے اترتی ہے اور زبان میں آکر بے پناہ پھیلاؤ یا وسعت اختیار کرتی ہے۔اس قوت کو''عربہ'' یا ''گویائی'' کہتے ہیں۔

جس شخص میں قوتِ گویائی اپنی پوری وسعت اور پھیلاؤ کے ساتھ ہو وہ عرب ہے یعنی بولنے والا اور جس شخص میں یہ قوت اپنی وسعت اور پھیلاؤ کے بقدر نہ ہوتو وہ عجم ہے۔یعنی گونگا، عاربہ بیان آوری ہے اور عاجمہ بے زبانی۔

لفظ ''عربی'' کا مفہوم وہ وسعت یا پھیلاؤ ہے۔ جو اپنے دامن میں دُنیا کی کُل چیزوں کے نام سمیٹ سکے اور جس میں ہر بات سما سکے۔

قوت گویائی جب دماغ سے اُتر کر زبان میں آتی ہے۔ اور چیزوں کے نام یا کاموں اور باتوں کو حروف، الفاظ، اور اصوات یا آوازوں کے ساتھ ادا کرتی ہے۔تو اس کے اس طریقِ عمل کو یعنی عربتہ کے ظہور کو ''بیان'' کہتے ہیں؛ بیان کا مفہوم بولنا ہے۔جس کی تفسیر لسانِ عربیٍ مبین سے ہوتی ہے۔

حضرت آدمؑ کا مسکن ارضی طائف تھا۔ چنانچہ آج تک طائف اور اس کے اطراف کے بادیہ پیما اعراب وہی عربی مبین بولتے ہیں۔

پورے عرب کے ملک میں عربی زبان بولی جاتی ہے۔صرف لبُ لہجہ اور رسم الخط کا فرق ہے۔ طاف اور اس کے اطراف نجد وحجاز میں اصلی عربی مبین بولتے ہیں

جس سرزمین میں اول الانبیاء نے ہبوط فرمایا۔ اسی سرزمین میں خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے۔ اور جو قدرتی زبان اوّل الانبیاء کی تھی۔ اسی زبان میں خاتم الانبیاء پر آخری کتاب جو پہلی سب کتابوں کی جامع ہے نازل ہوئی۔

ہر قوم اور ہر زمانہ میں انبیاء مبعوث ہوئے۔

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦﴾ (الزخرف ۴۳۔۶)

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (النحل ۱۶۔۲۶)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراهیم ۱۴۔۴)

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (الاسرا ۱۷۔۵۵)

مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ

(غافر ۴۰۔۷۸)

اور اولین لوگوں میں بھی ہم نے رسول بھیجے اور ہم نے ہر امت میں رسول مبعوث کئے اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا۔ وہ اسی کی قوم کی زبان میں پیغام حق سناتا رہا۔

اور ہم نے بعض نبی کو بعض پر فضیلت دی ان میں سے بعض کا حال ہم نے تجکو سنایا۔ اور بعض کا حال بیان نہیں کیا۔

آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ آدمؑ سے قبل بھی رسول بھیجے گئے اور آدمؑ کے بعد ہر قوم و ملک میں رسول مبعوث ہوئے جو اپنی ملکی اور قومی زبان میں پیغام حق سناتے رہے۔ انبیاء میں بعض کو بعض پر فضیلت تھی۔ بعض رسولوں کا قصّہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اکثر کا حال بیان نہیں ہوا۔ جن پیغمبروں کا حال بتایا گیا ہے۔ وہ سب جزیرہ نمائے عرب میں گزرے ہیں۔ اور جو دیگر مما لک میں اور دنیا کے مختلف حصوں اور گوشوں میں انبیاء گزرے ہیں۔ ان کا حال ہم کو نہیں بتایا گیا۔

دنیا کی کوئی آبادی کوئی ملک، کوئی قوم ایسی نہیں۔ جس میں انبیاء نہ گزرے ہوں۔ ہر ملک اور ہر قوم میں جو انبیاء مبعوث ہوئے ۔ وہ اپنی ہی ملکی اور قومی زبان میں مذہبِ حق کی تبلیغ کرتے رہے۔

مُلک عرب میں اول الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے ختم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک سب انبیاء کی زبان عربی تھی۔ اس لئے اِن سب عرب انبیاء پر عربی میں کلامِ حق نازل ہوتا رہا۔ صرف لب ولہجہ کے فرق اور رسم الخط کے اختلاف کے سبب عربی کو مختلف اور متعدد ناموں سے موسوم کیا جانے لگا۔

دُنیا میں جتنے انبیاء گزرے وہ سب دعوائے رسالت میں سچے تھے کیونکہ خاص نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے، جو انبیاء ہم کو معلوم ہیں اور جو ہم کو معلوم نہیں ہیں، ان سب پر ہم کو ایمان لانا چاہیئے۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کے حالات اور اقوام وملل کے قصص جو بیان ہوئے ہیں۔ وہ صرف نصیحت وعبرت کے لئے ہیں ان حالات

وقصص پر حاشیہ آرائی کر کے ایک داستان بنا لینا مذہب کی آڑ میں سامان تفریح و دلچسپی مہیا کرنا ہے۔

اسرائیلی روایات کی بنا پر تفاسیر میں بعض ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جو انبیاء کی شان کے خلاف ہیں۔ پھر اُن پر قصّہ گو اور افسانہ نگار اصحاب نے وہ وہ رنگ آمیزیاں کی ہیں کہ شرم آتی ہے۔ اور قوم کی بدمذاقی پر افسوس ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا اپنی ایک بیوی کی خاطر دوسری بیوی کو مع شیر خوار بچے کے سنسان بیابان میں چھوڑ آنا۔

یوسفؑ زلیخا کی داستان، حضرت ایوبؑ کا جذام میں مبتلا ہونا۔ اور بیوی کو سو جھاڑو مارنے کی قسم کھانا۔ سلیمانؑ اور بلقیس کا قصّہ، اور بعض انبیاء کے عجیب و غریب حالات، یہ سب چیزیں اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔ جن میں انبیاء کی عظمت گھٹانے اور ان کی پاکباز معصومانہ زندگی کو داغدار اور عیب آلود بنانے کی باتیں ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰت و السلام بہت عالی مقام ہستیاں ہیں۔ ان کے اخلاق بہت بلند، ان کے اوصاف بہت ستودہ، ان کی زندگی بہت پاکیزہ ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰت و السلام کا کام صرف تبلیغ حق ہے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ (المائدہ ۵۔۹۹)

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ (الراعد ۱۳۔۴۰)

رسول کا کام صرف پیغام حق پہنچانا ہے۔

تیرا کام پیغام پہنچانا ہے، اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ (المائدہ ۵۔۶۷)

اے رسول جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اُتارہ گیا ہے۔اُسے پہنچا دے۔

بندوں پر فرض کیا گیا ہے کہ رسول جو پیغام حق پہنچائیں۔اس کی پیروی کریں۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (الاعراف ۷۔۳)

اس کی پیروی کرو۔جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النسآء ۴۔۸۰)

اور جو رسول کی اطاعت کرے۔گویا اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۰ (یوسف ۱۲۔۴۰)

حکم کرنا اللہ ہی کے لئے ہے۔اُس نے حکم دیا ہے۔کہ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو یہی سیدھا دین ہے۔مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

سب انبیاء ایک ہی دین کی تبلیغ کرتے رہے۔اور سب پر ایک ہی اصل دین کی ہدایات نازل ہوتی رہیں۔شریعت کے احکام ومسائل میں اقتضائے وقت،قومی خصائص، اور حالات وماحول کی مناسبت سے ضرورت کے مطابق کچھ ردّوبدل ہوتا رہا۔مگر اصل دین میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔سب انبیاء کفرو الحاد اورشرک وبدعت کی بیخکنی کرتے رہے۔مگر ہر زمانہ میں ایمان لانے والوں کی تعداد کم رہی۔اور شیطان کے بہکائے ہوئے ہمیشہ زیادہ رہے۔

جب شیطان نے قیامت تک کی مہلت مانگی تھی تو کہا تھا۔

لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۲

(الاسرا ۱۷۔۶۲)

اگر مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں سوائے قلیل تعداد کے سب

آدمزاد کو اپنے تابع کر کے گمراہ کر ڈالوں گا۔

شیطان کی درخواست منظور ہوئی اور اس کو قیامت تک کی مہلت دی گئی اور اس نے اپنے قول کے مطابق زیادہ تعداد نسلِ آدمؑ گمراہ کر ڈالی۔ اور اس کا تصرف پوری طرح آدمزاد میں پھیلا ہوا ہے۔

جب نسل آدمؑ میں شرک ہمہ گیر ہوتا ہے۔ اور بدی چھا جاتی ہے تو پھر عذاب کا نزول ہوتا ہے کیونکہ نسل آدمؑ سے پیدا ہونے والی سب ارواح جو علم الٰہی میں ہیں۔ اللہ کی ربوبیت و توحید کا اقرار کر چکی ہیں۔ اس لئے جب عذاب و عتاب شروع ہو جاتا ہے۔ تو پھر کوئی عذر قابلِ سماعت اور کوئی توبہ قابلِ قبول نہیں۔

اگر کوئی اپنی گمراہی کو اپنے بزرگوں کی طرف منسوب کرے تو وہ بَری نہیں ہوسکتا۔

اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ (الاعراف ۷۔ ۱۷۳)

شرک پہلے ہمارے بزرگوں نے کیا۔ اور ہم تو بعد کی ذریت تھے۔

شرک

اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کسی دوسری ہستی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا شرک ہے۔

ارواح مردگان، جنات، فرشتوں اور نادیدہ وہمی خیالی قوتوں کو اپنا معین و مددگار جاننا شرک ہے۔

اللہ جل شانہٗ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک گردانا شرک ہے۔ احکاماتِ الٰہی میں کسی دوسرے کا حکم شامل کرنا شرک ہے۔

شیطانی وسوسوں اور نفسانی خواہشوں کی اتباع کرنا شرک ہے۔

شرک کی بہت اقسام ہیں۔ جب شرک ہمہ گیر ہوتا ہے۔ عذابِ الٰہی کا نزول ہونے لگتا ہے۔ کبھی عذابِ قحط، وبا، زلزلہ اور طوفانِ بادِ باراں کی شکل میں نازل ہوتا ہے۔ اور کبھی قتل و غارتگری کی صورت میں۔

عذاب کا نزول تنبیہ کے لئے ہوتا ہے۔

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴿۱۲۶﴾ (التوبہ ۹۔۱۲۶)

کیا نہیں دیکھتے کہ ہر سال ایک یا دو بار آفت میں پڑتے ہیں پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں نہ سبق حاصل کرتے ہیں۔

جب عذابوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اور راہِ راست پر نہیں آتے۔ تو پھر کسی بڑے اور شدید عذاب کا نزول ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴿۴۹﴾
(الانعام ۶۔۴۹)

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ اُن پر عذاب ہوگا کیونکہ وہ فاسق تھے۔

آج مسلمانوں میں شرک وفسق ہمہ گیر ہے۔ کسی طرح تنبیہہ حاصل نہیں کرتے۔ عقائد میں کفر والحاد اور اعمال میں جس قدر بھی اقسام فسق و شرک و بدعت کی ہیں۔ وہ سب ہر ممکن اضافہ کے ساتھ عام طور سے اختیار کر لی ہیں۔

روحیں، جنات، فرشتے اور خود ساختہ موکل ان کے معبود ہیں۔

ایک خاص طبقہ کے لوگ بہت خطرناک ہیں۔ جو پیرانِ عظام کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ لوگ کراماتِ اولیاء کے جھوٹے قصے اور فرشتوں، جنوں، موکلوں کے من گھڑت افسانے سناتے رہتے ہیں۔ بلکہ کتابیں بھی اس موضوع پر لکھ ڈالی

ہیں، ان لوگوں کا مقصود حصولِ زر ہے۔ مسلمانوں کو احمق بناتے ہیں۔ اور حاجتمند اُن کے فریب میں گرفتار ہو کر اُن کے بتائے ہوئے مشرکانہ طریقہ پر کار بند ہو جاتے ہیں۔

یہ پیر صاحبان اللہ سے تو کوئی غرض نہیں رکھتے۔ فرشتوں، پیغمبروں اور ولیوں کے ناموں کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔ جنات اور موکلوں کے خود ساختہ نام بھی رٹتے ہیں۔ اور قرآن کی آیات میں تحریف کر کے موکلوں کے نام شامل کرتے ہیں۔ اور دن رات اسی گھات میں رہتے ہیں۔ کہ کوئی حاجت مند احمق اُن کے جال میں پھنسے۔ یہ لوگ تعویز، گنڈے، جھاڑ، پھونک کے علاوہ سادہ لوحوں کو مرید بھی کرتے ہیں۔ اور اپنے سلسلہ کا شجرہ بطور وظیفہ پڑھنے، ارواح اولیاء سے استمداد حاصل کرنے اور قبروں پر مراقبے کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور غریب کو کافر و مشرک بنا چھوڑتے ہیں۔

بے حیا عورتیں ان پیرانِ پارسا کی زیادہ گرویدہ ہوتی ہیں۔ اپنی شہرت و نمائش کے لئے ان پیروں نے عرس کی رسم وضع کی ہے۔ بہت دھوم دھام اور بڑے اہتمام سے یہ رسم ادا کی جاتی ہے۔ قبروں کو خوب سجا کر سجدے بھی کئے جاتے ہیں۔ اور ہر قسم کی بھینٹ بھی چڑھائی جاتی ہے۔

حیات شہدا

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾ (ال عمران ۳۔۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے۔ اُن کو مُردہ نہ سمجھو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے

رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴿۱۵۴﴾ (البقرۃ ۲۔ ۱۵۴)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں۔ اُن کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم جانتے نہیں۔

عام عقیدہ ہے کہ شہید زندہ ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔ اور جو کچھ نذرونیاز میں کھانا پینا پیش کیا جاتا ہے وہ اُن تک پہنچتا ہے اگرچہ اس کے پہنچنے کا بظاہر بھیجنے والے کو پتہ نہیں چلتا۔ مگر چونکہ وہ زندہ ہیں اس لئے نیاز کا کھانا پینا ان تک ضرور پہنچتا ہے۔ اور وہ اس کو کھاتے پیتے ہیں کیونکہ ان کا زندہ ہونا اور کھانا پینا قرآن سے ثابت ہے۔

اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس غلط فہمی کی اصلاح کی جائے تاکہ وہ نادان جو محض مغالطہ کی بنا پر قبر پرستی کے معتقد ہیں گمراہی سے بچیں اور جن کی سرشت میں ہی ضلالت و گمراہی ہے وہ تو قیامت تک راہِ راست پر نہیں آسکتے۔

آیات شریف میں اُن مقتولوں کا تذکرہ ہے جو اللہ کی راہ میں مارے گئے صرف جہاد فی سبیل اللہ میں جو لوگ شہید ہوئے ان کی نسبت ارشاد ہے کہ اللہ کی حضور میں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔

اللہ کی حضور میں زندہ حاضر ہیں اور اپنے رب کے پاس سے جو نعمت عطا ہوتی ہے۔ وہ اُن کا رزق ہے۔ نہ کہ وہ قبروں میں زندہ موجود ہیں اور جو کھانا پینا قبر پرستوں کی طرف سے بھینٹ چڑھایا جاتا ہے اس کو کھاتے پیتے ہیں۔

کتاب ابوداؤد میں حدیث ابنِ عباسؓ ہے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارے گئے اُن کی روحیں سبز پرندوں کے جوف میں زیرعرش سنہری قندیلوں میں ہیں اورنعمائے جنت سے انہیں رزق ملتا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث صیحہ سے بس اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ شہدا زندہ ہیں۔ اپنے رب کی حضور میں رزق پاتے ہیں سبز پرندوں کے جوف میں ہیں سنہری قندیلوں میں زیرعرش ہیں اورنعمائے جنت سے رزق ملتا ہے۔

یہ بات تو کہیں سے بھی ثابت نہیں ہوتی کہ وہ مثل ہمارے زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں موجود ہیں اور نذر نیاز کا کھانا پینا مثل ہمارے کھاتے پیتے ہیں۔ اور نذر نیاز کرنے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اُن کی فریادیں سنتے ہیں اُن کی حاجت براری کرتے ہیں اور اگر زیادہ خوش ہوئے تو اپنے پرستاروں سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔

برزخ

اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ (النساء ۴۔۱۸)

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴿۱۰۰﴾ (المؤمنون ۲۳۔۱۰۰)

جب کسی کی موت آتی ہے اور وہ مر جاتا ہے۔تو ان کے آگے برزخ ہے اُس دن تک جبکہ وہ اُٹھائے جائینگے۔

برزخ ایک عالم ہے جو موت کے وقت سے حشر کے دن تک ہے۔

اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴿۱۶﴾ (المؤمنون ۲۳۔۱۶)

تم قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے۔

مرتے ہی انسان کی روح برزخ میں چلی جاتی ہے۔ جہاں قیامت تک رہے گی جو برزخ میں ہیں وہ مردہ ہیں۔ زندہ نہیں۔

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ (النحل ١٦۔٢١)

مردہ ہیں زندہ نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ (الزمر ۳۹۔۴۲)

اللہ کسی کو وفات دیتا ہے موت کے وقت اور جس کی موت کا وقت نہیں آیا تو اس کی موت نیند میں، مرنے والے کی روح کو تو وہ روک لیتا ہے اور سونے والے کی روح کو اس کی موت کے وقت تک کیلئے لوٹا دیا کرتا ہے۔

نیند کو موت سے تشبیہہ دی گئی ہے؛ ہر شخص جب سو جاتا ہے۔ گویا مر جاتا ہے اور اُسے کوئی شعور نہیں رہتا، جس کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے اور جس کی موت کا وقت نہیں آتا۔ اس کی روح قبض نہیں کی جاتی نیند اور موت میں یہ فرق ہے کہ سونے والا تو نیند پوری کر کے جاگ اُٹھتا ہے اور مرنے والا سوتا ہی رہتا ہے۔ قیامت کے دن جاگ اُٹھے گا۔

جس طرح سونے والے کو نیند میں خواب نظر آتے ہیں۔ اِسی طرح مرنے والے کو بھی خواب نظر آتے ہیں؛ سونے والے کا خواب تو بیداری کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اور موت والے کا خواب ختم نہیں ہوتا، کیونکہ اس کی نیند تو قیامت کے دن ختم ہو گی۔ اور اس کا خواب بھی اسی دن ختم ہو گا۔

برزخ ایک عالم خواب ہے۔ جو مرنے والے کی موت کے وقت سے یوم بعث تک طاری رہے گا۔ جنت میں جانے والی ارواح عالم برزخ میں نعمائے جنت کے خواب دیکھتی ہیں۔ اور دوزخ میں جانے والی ارواح دوزخ کے عذابوں کے خواب دیکھتی ہیں۔ جیسے ایک سونے والا شخص اپنی نیند میں خواب دیکھتا ہے، کبھی حسین جلوے، دلکش مناظر اور فرحت بخش چیزیں نظر آتی ہیں کبھی خوفناک اور ڈراؤنے سماں دیکھتا ہے۔ ایسے ہی برزخ میں رہنے والی ارواح کا حال ہے۔ جیسے سونے والا اپنی نیند میں اچھے خوابوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اور بُرے خوابوں سے تکلیف و پریشانی محسوس کرتا ہے۔ ایسے ہی برزخی ارواح لطف و الم محسوس کرتی ہے۔ یہی ثواب و عذاب ہے۔ جو مرنے کے وقت سے قیامت کے دن تک رہے گا۔ یوم حشر کے بعد مالک مختار جس کو چاہے گا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندگی عطا فرما کر جنت میں بھیج دے گا۔ اور جس کو چاہے گا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈال دے گا۔

جو لوگ راہ حق میں مارے جاتے ہیں۔ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہوتے ہیں، ان کی جان نکلنے کے ساتھ ہی حیاتِ اخروی، اور زندگانی جاوید مل جاتی ہے۔ وہ برزخ میں نہیں رکھے جاتے۔

سوائے شہداء کے ہر مرنے والے کی روح قیامت تک عالم برزخ میں رہے گی اور اس پر اس کے عقائد و اعمال کے بموجب ثواب یا عذاب کا خواب طاری رہے گا؛ جس طرح ایک سونے والا شخص کبھی اپنی نیند میں کوئی طولانی خواب دیکھتا ہے اور ایسا محسوس کرتا ہے کہ گویا ایک عرصہ دراز اس پر گزرا لیکن جب بیدار ہوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ چند گھنٹے سویا۔ اسی طرح جب برزخ والے موت کی

نیند سے بیدار ہوں گے تو کہیں گے۔

یٰوَیۡلَنَا مَنۡۢ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا (یٰسین ۳۶۔ ۵۲)

ہائے ہماری شامت کس نے ہم کو ہماری خوابگاہ سے اُٹھا دیا۔

برزخی ارواح جب قیامت کے دن اُٹھائی جائیں گی تو وہ ایسا محسوس کریں گی کہ نیند سے بیدار ہوئیں، جس طرح ایک سونے والا جاگنے پر اپنے اچھے یا بُرے خواب کی نسبت جانتا ہے کہ وہ ایک خواب تھا جو نیند میں طاری ہوا اور نیند ختم ہوتے ہی ختم ہو گیا حالانکہ وہ اتنا طولانی خواب تھا کہ گویا اس کو دیکھنے والا ایک عرصہ دراز تک اس حال میں رہا اسی طرح برزخی ارواح خیال کریں گی کہ خواب دیکھ رہے تھے۔

کَاَنَّهُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَ مَا یُوۡعَدُوۡنَ ۙ لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنۡ نَّهَارٍ ؕ
(الاحقاف ۴۶۔ ۳۵)

جس دن وعدہ کے دن کو دیکھ لیں گے یعنی قیامت کے دن موت کی نیند سے بیدار ہوں گے۔ تو اُن کو ایسا معلوم ہوگا کہ وہ دن کی ایک ساعت سے زیادہ نہیں رہے۔

برزخ ایک عالم خواب ہے جو مرنے کے وقت سے قیامت کے دن تک طاری رہے گا۔ جب کسی کی موت آتی ہے اُس پر نیند طاری ہوتی ہے اور اللہ کے حکم سے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور اسی موت کی نیند میں اس پر اللہ کے حکم سے ثواب یا عذاب کا خواب طاری ہو جاتا ہے۔

الَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيۡنَ ۙ يَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمُ ۙ ادۡخُلُوا الۡجَنَّةَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۲﴾ (النحل ۱۶۔ ۳۲)

جو لوگ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں ان سے وفات کے وقت فرشتے کہتے ہیں

کہ تم پر سلامتی ہو۔تم اپنے نیک اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہوجاؤ۔

نیک لوگوں پر برزخ میں ثواب جنت کا خواب طاری ہو جاتا ہے اور

اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ کُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ (الانعام ۶۔ ۹۳)

جب گناہگار موت کی بیہوشی میں ہوتے ہیں تو فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ان سے کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔آج کے دن تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ اس لئے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولتے تھے۔اوراس کی آیتوں سے اکڑتے تھے۔

گناہگاروں پر برزخ میں عذاب کا خواب طاری ہو جاتا ہے۔

کلام اللہ سے یہ ثابت ہے کہ ہر مرنے والے کی روح موت کے وقت برزخ میں چلی جاتی ہے جہاں قیامت تک رہے گی اور اپنے عقائد و اعمال کے بموجب ثواب جنت یا عذابِ دوزخ کے خواب دیکھتی رہے گی تو پھر روحوں سے استمداد یا فیض کی استدعا کیا معنی رکھتے ہیں۔

جنت یا دوزخ میں روز حشر کے بعد جانا ہوگا مرنے کے وقت سے روز حشر تک برزخ میں مرنے والوں کی ارواح رہیں گی اور اپنے عقائد و اعمال کے بموجب ثواب یا عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ (غافر ۴۰ ۴۵ تا ۴۶)

اور آل فرعون کو بڑے عذاب نار نے گھیر لیا جس پر وہ صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں

اور قیامت کے دن حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت عذاب یعنی دوزخ میں داخل کرو۔

موت اور زندگی

انسان کے لئے دو موت اور دو زندگی ہیں۔ پیدائش سے پہلے کی حالت موت سے تعبیر کی گئی ہے، پہلی زندگی یہ دنیاوی زندگی ہے۔ اس کے بعد موت ہے جو دوسری موت سے تعبیر کی گئی ہے۔ اس کے بعد دوسری زندگی حشر کے دن ملے گی۔ قبر میں زندگی نہیں ہے بلکہ عالمِ خواب یا عالم ممات ہے جس کو برزخ کہتے ہیں۔

كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (البقرۃ ۲۔۲۸)

تم مردے تھے۔ اس نے تم کو زندہ کیا پھر تم کو موت دے گا۔ پھر زندہ کرے گا۔

پہلی زندگی ہماری موجودہ زندگی ہے، دوسری زندگی حشر کے دن ملے گی، مرنے کے بعد قیامت تک موت کی نیند ہے جس میں ثواب یا عذاب کے خواب نظر آتے ہیں۔ سونے والا شخص جس کو گردوپیش کا نہ تو شعور ہو۔ اور نہ خود اپنی حالت کی خبر ہو بلکہ وہ اپنی گہری نیند میں کوئی دل خوش کن یا کوئی پریشان خواب دیکھ رہا ہو۔ وہ کیا کسی کی فریاد سُن سکتا ہے۔ اور کیا کسی کو فیض پہنچا سکتا ہے؟

ارواحِ مردگان سے فیض رسانی کا عقیدہ غیر اسلامی ہے۔ جو اطرافِ عالم کے نومسلم اپنے ساتھ لائے ہیں۔ یہ عقیدہ شرکِ جلی ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ۝۵ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ۝۶ (الاحقاف ۴۶۔۵ تا ۶)

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سِوا اُن کو فریاد رس جانتا ہے جو قیامت تک بھی اُس کی فریاد نہیں سُن سکتے۔ اور وہ فریاد خواہوں سے بے خبر ہیں۔ اور جب لوگ اُٹھائے جائیں گے۔ تو وہ اِن فریاد خواہوں کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور اُن کی نذر و نیاز سے انکار کریں گے۔

وہ سب مرنے والے جو اس دنیا کی ظاہری زندگی ختم کر چکے۔ اگر شہید ہیں تو اپنے رب کی حضور میں حاضر ہیں۔ اور حیاتِ جاودانی حاصل کر چکے۔ اور اگر غیر شہید ہیں تو برزخ میں ہیں۔ اور اپنی موت کی نیند میں سو رہے ہیں۔ اور اپنے عقائد و اعمال کے بموجب ثواب و عذاب کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

ہماری نذر و نیاز، ہمارے مراقبات اور وظیفہ خوانی سے بے خبر ہیں نہ تو ہماری فریاد سُن سکتے ہیں، نہ فریاد رسی کر سکتے، جو مقرب ہیں وہ خود رحمتِ حق کے طلبگار ہیں۔ اور عذاب سے ڈرتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ط (الاسرا ۱۷۔ ۵۶تا۵۷)

کہہ دو کہ جن کو تم نے اللہ کے سِوا فریاد رس اور فیض رساں مان رکھا ہے اُن کو پکارو۔ وہ نہ تمہاری مصیبت کو دور کر سکیں گے۔ نہ ٹال سکیں گے۔ وہ تو خود اپنے رب کو پکارتے ہیں اور تقرب کے طلبگار ہیں۔ جو مقرب ہیں۔ وہ اور رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور عذاب سے ڈرتے ہیں۔

جب آیاتِ کلام اللہ سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ ارواح مردگان خواہ وہ شہید ہوں یا غیر شہید، نہ تو ہماری فریاد سن سکتے نہ ہماری حاجت براری

کر سکتے۔ نہ ہمارے حال سے آگاہ وخبردار ہو سکتے۔ نہ ہمیں کوئی فیض پہنچا سکتے تو پھر ہمارے وہ سب اعمال و افعال جن کو ہم نے روحانیت کا لقب دے رکھا ہے محض طاغوتیت اور کھلا ہوا شِرک ہیں۔ مُردوں کے ناموں کا وظیفہ پڑھنا، شجرہ خوانی کرنا، قبروں پر چڑھاوے چڑھانا، نیاز کرنا، مرادیں مانگنا، مراقبے کرنا اور طرح طرح کی رسوم بجالانا یہ سب باتیں صریحی کفر ہیں۔

حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد سننے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

نبوت و رسالت

نبوت و رسالت بہت بڑا مرتبہ ہے۔جس تک کسی بڑے سے بڑے ولی اور صاحبِ کمال شخص کی رسائی نہیں۔ اللہ جل جلالہٗ اپنی رسالت و نبوت کے لئے کسی فرد خاص کو منتخب فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ‌ؕ (الانعام ٦۔ ۱۲۴)

اللہ ہی جانتا ہے کہ کس جگہ اپنی رسالت رکھے

ہر چند کہ انبیاء خواصِ بشری رکھتے ہیں۔ پھر بھی ان کا مرتبہ تمام بنی نوع انسان سے بہت بلند ہوتا ہے؛ اوّل الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کی بلند مرتبتی اس امر سے ظاہر ہوتی ہے کہ حاضر المقام ملائکہ کو حضرت آدمؑ کی تعظیم بجا لانے کا حکم ہوا تھا۔

نبوت و رسالت کے لئے کوئی برگزیدہ اور بزرگ ترین انسان پیدا فرمایا جاتا ہے۔جس میں بشری خواص کے ساتھ مَلکی اوصاف بھی ہوتے ہیں۔

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَيِّنٰتِ (الحدید ۵۷۔۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو خاص نشانیوں کے ساتھ بھیجا

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت ہی عالی مقام ہستیاں ہیں جو تمام بنی نوعِ انسان سے ممتاز ہیں۔

جب شہدا حیاتِ اُخروی حاصل کر کے اپنے رب کی حضور میں زیرِعرش کسی مقامِ خاص پر زندہ موجود ہیں۔ اور رزق پاتے ہیں۔تو انبیاء کا مرتبہ شہدا سے کہیں افضل ہے۔

یقیناً جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام مقامِ شہدا سے بلند اور اعلیٰ مقام میں ہیں۔ برزخ میں نہیں ہیں۔سوائے انبیاء اور شہدا کے جملہ جن و انس کی روحیں اپنے مثالی بدن کے ساتھ برزخ میں ہیں۔

نبوت و رسالت ایک مرتبہ ہے۔ بین اللہ و بین العباد۔ انبیاء کا کام صرف اللہ کا حکم بندوں تک پہنچانا۔اور جو کتاب ان پر نازل ہو۔اس کی ہدایات پر عمل کر کے بندوں کو راہِ عمل بتانا ہے ۔ رسولوں پر ایمان لانے اور اُن کی اطاعت و اتباع کے یہ معنی ہیں کہ ہم ان کو سچا سمجھیں اور ان کی سچی پیروی کریں نہ یہ کہ خود پیغمبروں کو مختارِ کل سمجھ کر ان کی نذر نیاز کرنے لگیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (ال عمران ۳۔۷۹)

کسی بشر کو یہ زیبا نہیں ہے کہ اللہ اسے کتاب وحکم و نبوت بخشے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کے سوا میرے بھی پرستار بن جاؤ۔

انبیاء حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہیں۔صرف راہِ حق بتانے والے ہیں۔ اس لئے بندوں کے بہت بڑے شفیق، محسن ہیں۔ پس بندوں کا فرض ہے۔ اُن

کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں۔ اور اُن پر درود وسلام بھیجتے رہیں۔

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴿۱۸۱﴾ (الصافات ۳۷۔۱۸۱)

اور سلام سب رسولوں پر

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴿۵۶﴾ (الاحزاب ۳۳۔۵۶)

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو اور سلام۔ جو سلام بھیجنے کا حق ہے۔

نبی کریم ﷺ پر جب درود بھیجا جائے۔ تو سب رسولوں پر بھی سلام بھیجنا ضروری ہے؛ جس طرح پانی کی پھوار برستی ہے۔ اسی طرح مجلسِ انبیاء پر درود و سلام برسائے جاتے ہیں۔ جو شخص سوتے وقت ہمیشہ درود شریف پڑھتا ہے اور پڑھتے ہوئے ہی سو جاتا ہے۔ تو جس طرح اس کا درود وسلام مجلس انبیاء پر برسایا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی رحمت درود پڑھنے والے پر برسائی جاتی ہے۔ پاک باطن لوگوں کو کبھی اس بارش کا مشاہدہ بھی کرا دیا جاتا ہے۔

درود فیضِ رَحمانی پڑھنا چاہیئے، جو یہ ہے۔

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ o وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

انبیاء کے جسم اُن کی قبور میں محفوظ ہیں۔ ملائکہ اُن کی حفاظت کرتے ہیں، انبیاء کی ارواح قبور میں نہیں ہیں۔ کسی بلند ترین مقام میں ہیں۔ قبور انبیاء کی صحیح نشان نہیں ہے۔ سوائے حضرت ختم الانبیاء ﷺ کی قبر شریف کے۔

روضۂ نبوی پر حاضری باعثِ تسکین خاطر اور موجبِ سعادت ہوتی ہے۔

خواب

خواب میں مردہ یا زندہ لوگوں کی ملاقات کے بارے میں بہت لوگ قسم قسم کے سوالات کیا کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے، کہ اس کی حقیقت پر بھی روشنی ڈال دی جائے۔

ا۔عموماً خواب محض خیالات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جو تصورات وتخیلات اکثر دماغ میں چکر کھاتے رہتے ہیں، اور جو باتیں انسان اکثر سوچتا رہتا ہے۔ یا جن کاموں اور مشغلوں سے دلچسپی ہوتی ہے۔ وہی امور جب نیند میں اپنے حواس ظاہری معطل ہو جاتے ہیں۔خواب بن کر سامنے آجاتے ہیں۔

مُردوں یا زندوں سے ملاقات بھی محض خیالی ہوتی ہے۔ انسان کے جیسے اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ ویسے ہی خواب نظر آتے ہیں۔ بداعمال اور جھوٹ بولنے والوں کو بھیانک اور ڈراؤنے منظر بے معنی اور بے سروپا چیزیں نظر آتی ہیں۔

اعصابی خرابیاں اور دماغی بیماریاں بھی قسم قسم کے خوابوں کا باعث ہوتی ہیں۔

۲۔کبھی شیاطین بھی مُردوں یا زندوں کی شکل میں نظر آتے ہیں، اس سے ان کا مقصود محض گمراہ کرنا ہوتا ہے۔

۳۔ نیک لوگوں کو اُن کے عقائد و اعمال کے مطابق خواب نظر آتے ہیں، پاک باطن لوگوں کو بشارات و ہدایات بھی ہوتی ہے، کبھی کوئی بات وقوع سے پہلے خواب میں منکشف ہو جاتی ہے۔ کبھی ملائکہ بھی کسی مردہ یا زندہ شخص کی صورت میں نظر آجاتے ہیں اور کسی امر خاص میں تسکین خاطر کا باعث ہوتے ہیں۔

۴۔ کبھی کسی پاک باطن شخص کو عالمِ ملکوت، برزخ اور عالمِ مِثال کی سیر بھی نصیب ہوتی ہے، اس سیر میں اپنے قریبی تعلق والوں اور بزرگوں کی روحوں کی زیارت ہوتی ہے۔ اور ان سے گفتگو بھی ہوتی ہے، یہ محض ایک انعامِ الٰہی ہے جو بندگانِ خاص پر ہوتا ہے۔

پس خواب کی چار قسم ہیں۔ دو قسم رویائے کا ذبہ ہیں۔ اور دو قسم رویائے صادقہ ہیں۔

رویائے کا ذبہ میں پہلی قسم خیالی اور وہمی خواب ہیں۔ جو محض تصورات و تخیّلات اور اعصابی و دماغی عوارض کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ دوسری قسم شیطانی خواب ہوتے ہیں۔

رویائے صادقہ میں پہلی قسم مُبشّرات ہیں۔ دوسری قسم محض انعامِ الٰہی ہوتا ہے۔

نفس

قدرت نے انسان میں متعدد عجیب و غریب قویٰ ودیعت فرمائے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک نفس بھی ہے۔ بعض محققین کے نزدیک نفس ایک قوت ہے لفظ نفس متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جنس، ضمیر، ذات، خواہش وغیرہ۔

نفس ایک شے ہے جو اپنی خاص ہستی رکھتی ہے۔ اور جو عناصر کی ترکیب سے وجود میں آتی ہے۔ ابوالبشر کی تخلیق سے قبل نفس وجود میں آیا پھر اُس نفس واحدہ سے آدم اور ان کی زوجہ وجود میں آئے۔ پھر ان دونوں کے ملاپ سے نسل آدمزاد چلی۔ مگر مادہ نفس ان کی سرشت میں شامل رہا۔

نفس کی تین حالتیں بتائی گئی ہیں۔ پہلی اور عام حالت امارہ کے نام سے

موسوم ہے، نفس جب تک اس حالت میں رہتا ہے بُرے کاموں کے لئے اُبھارتا رہتا ہے۔ اس حالت میں نفس کا مقام زیرِ ناف ہوتا ہے۔

خناس ایک قوت ہے۔ جس کا مقام سینہ میں ہے اور اس کا کام ہے وسوسہ پیدا کرنا۔

شیطان آدمزاد کا دشمن ہے۔ اور اس کا کام ہے بہکانا۔ جب نفس امارہ کسی بُرائی کے لئے ابھارتا ہے تو خناسی قوت اور شیطان معاونت کرتے ہیں اور وہ بُرا فعل ظہور میں آجاتا ہے؛ اگر کوئی شخص نفس امارہ کی مخالفت کرتا رہے۔ اور کبھی اس کی موافقت نہ کرے۔ تو پھر وہ دوسری حالت اختیار کرتا ہے جو لوامہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس حالت میں نفس کا مقام دماغ میں ہوتا ہے اور برائیوں پر ملامت کرتا رہتا ہے۔ پھر جس شخص کا نفس بحالت لوامہ ہو اور وہ خناس کے وسوسوں اور شیطان کے بہکاووں کا بھی مردانہ وار مقابلہ کر کے اُن کو مغلوب کر لیتا ہو۔ تو نفس تیسری حالت اختیار کرتا ہے۔ جو مطمٔنہ نام سے موسوم ہے۔ اس حالت میں نفس کا مقام قلب میں ہوتا ہے۔

نزولِ ملائکہ

کوئی ایسا شخص جس کا نفس حالتِ مطمٔنہ اختیار کر چکا ہو۔ اور اس کے عقائد میں کفر و الحاد کی اور اس کے اعمال میں شرک و بدعت کی خفیف سی جھلک بھی نہ ہو اور وہ اپنی زبان کو جھوٹ اور غیبت سے اور اپنے دہن کو مکروہ و ناپاک ماکولات و مشروبات سے اور جسم ولباس و مکان کو ہر قسم کی گندگی اور ہر طرح کی نجاست و کثافت سے پاک وصاف رکھتا ہو۔ اور نماز کا پابند ہو۔ اور سحر کے وقت استغفار

اور فجر میں استعانت اور صبح و شام اسمائے حسنیٰ کا ورد کرتا ہو۔ تو اس پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ (فصلت ۴۱۔ ۳۰ تا ۳۱)

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اسی پر جم گئے ان کے اوپر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ تم خوف کھاؤ۔ نہ رنج کرو۔ اور جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ ہے۔ ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔

لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَمِنۡ خَلۡفِہٖ یَحۡفَظُوۡنَہٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ ؕ

(الرعد ۱۳۔ ۱۱)

سچے مومن کے ساتھ باری باری سے فرشتے رہتے ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

مومنین و صالحین پر نزول ملائکہ باری باری سے ہوتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا فوراً نازل ہوتا ہے۔ اس طرح ایک فرشتہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ جو شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے۔

مومنین صالحین سے مومن جنات بھی مانوس ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر اُن کے کام بھی کر دیتے ہیں۔

اگر روزانہ بعد نمازِ عشا آیات اسماء حسنیٰ سات بار پڑھی جائیں تو ایسی چیزیں منکشف ہوں گی۔ جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ دائمی وِرد سے انسان کمال کے درجہ

تک پہنچ جاتا ہے۔ اس ورد کا عامل کبھی ناکام و نامراد نہیں رہتا۔عجیب الخواص
ہے۔

آیاتِ اسماءِ حسنیٰ

هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَالْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَهُوَالْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً ؕ هُوَالْقَادِرُ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ○ وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ○ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ○ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ اَلْوَهَّابُ ○ اَلرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ○ وَهُوَالْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ○ هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ○ وَهُوَالْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ وَهُوَاللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ○ وَهُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ○ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○ وَهُوَالْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ اِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ○

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ○ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ○ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ○ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ○ تَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ ج وَھُوَالْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ○ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّ کِیْلٌ ○ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ اِنَّہٗ ھُوَالتَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ○ ھُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ○ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۝١ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ○ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ○ اِنَّہٗ ھُوَالْبَرُّ الرَّحِیْمُ ○ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ○ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ○ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ج تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ
ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ○

یہ وِرد افضل الاوراد، اشرف الاذکار، اور اعظم الاعمال ہے

اس کے خواص بے شمار ہیں، جو شخص طہارتِ کاملہ کے ساتھ روزانہ پڑھے اس کی ہر حاجت بامراللہ پوری ہو۔ اگر کسی خاص مقصد کے لئے یا کسی سخت مشکل میں ستر ۷۰ بار پڑھ کر سر بسجدہ حاجت براری کی دعا مانگے۔ تو شرفِ قبول حاصل ہو۔

قبولیت دعا کے لئے ایمان اور عمل صالح شرط ہے۔

وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ط
(الشوریٰ ۴۲۔۲۶)

جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں۔ اُنکی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور اُن پر زیادہ فضل ہوتا ہے۔

جو لوگ شرک وفسق میں گرفتار ہیں۔ اور قبروں پر دعائیں مانگتے ہیں اُن کی دعا کون قبول کرے۔ کیونکہ

ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ (الاسراء ۱۷۔۵۶)

اللہ کے سوا جن کو تم حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہو وہ تمہاری تکلیف دور کرنے کا یا اس میں تخفیف کرنے کا اختیار ہی نہیں رکھتے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ (الاعراف ۷۔ ۱۹۴)

اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تم ہی جیسے بندے ہیں اگر تم سچے ہو تو اُنکو پکارو اور وہ تمہاری دعا قبول کریں۔

عُرس

ماسوی اللہ کی پرستش کا ذوق کچھ ایسی لذت کے ساتھ شیطان نے قلوب میں القاء کیا کہ اچھے اچھے متشرع لوگ بھی کسی نہ کسی طرح شخص پرستی کے جذبہ کے گرویدہ ہیں۔ چنانچہ مزارات اولیاءاللہ سے فیض رسانی اور قبورِ بزرگان پر نیاز و فاتحہ خوانی کی برکات کے قصّے بڑی مسرت و دلچسپی کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ اور بار بار قسم قسم کے استفسارات سے قبر پرستی کے جواز کی راہیں تلاش کی جاتی ہیں۔ بعض سنجیدہ اور دیندار طبائع تو مدلل جواب سے مطمئن ہو جاتی ہیں۔ مگر

بعض قلوب کی تسلّی نہیں ہوتی۔ سب سے زیادہ تقاریبِ عرس کی افادیت و برکت پر زور دیا جاتا ہے اور اس رسم کی اہمیت وخصوصیت پر بڑے شدومد سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ چونکہ بعض شائقین طریقت بھی تقاریبِ عرس کی گرما گرمی دیکھ کر اس کی روحانیت کے لوازمات سے متعلق چیز سمجھتے ہیں۔ اس لئے شائقین طریقت کی تسکین خاطر کی غرض سے اس مبتدعانہ رسم پر چند سطریں لکھی جاتی ہیں۔

زمانہ باسعادت میں عرس کی رسم نہیں تھی، خلفائے راشدین، تابعین اور تبع تابعین کے بعد بھی بہت عرصہ دراز تک اس رسم کا رواج نہیں تھا۔ کیونکہ اس زمانہ کے لوگ بدعات ومحدثات سے بچتے تھے۔ بموجب ارشادِ مبارک

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ترمذی)

ہرنئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

مَنْ صَنَعَ اَمْرًا عَلٰى غَيْرِ اَمْرِنَا فَهُوَ رَدٌّ (ابوداؤد)

جس نے ہمارے کام کے خلاف کوئی بات کی وہ رد ہے۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ (مسلم)

جوکوئی ایسا کام کرے جس پر ہمارا عمل نہیں وہ رد ہے۔

اِيَّاكُمْ وَالْمُحْدَثَاتِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ ضَلَالَةٌ (ابن ماجہ)

نئی باتوں سے بچو ہرنئی بات گمراہی ہے۔

مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (بخاری)

جوکوئی ہمارے اس مذہب میں ایسی نئی بات داخل کرے گا۔ جو اس میں نہیں تو وہ بات رد ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات سے ایک روز قبل ارشاد فرمایا کہ جب کوئی

نیک آدمی مر جاتا ہے تو لوگ اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے حضور میں بدترین حالت میں پیش ہوں گے۔ حالتِ مرض میں بار بار اس کا اعادہ فرماتے تھے۔ چنانچہ عین کرب کی شدت میں بھی جب کہ کبھی چادر منہ پر ڈال لیتے تھے۔ اور کبھی الٹ دیتے تھے جو چیز سب سے زیادہ پیشِ نظر تھی یہی تھی اور زبانِ مبارک سے جو الفاظ بار بار نکلتے تھے یہی تھے۔

''اُن پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا''

ایک موقع پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔

''جب کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے تو کچھ لوگ اس پر ایمان لاتے اور اس کی اتباع کرتے ہیں۔ پھر اُن کے بعد ایسی نسلیں آتی ہیں جو وہ کام کرتی ہیں جِن کا اُنہیں حکم نہیں دیا گیا۔''

اکثر خطبات میں یہ ارشاد ہوتا تھا۔

''بہترین بات اللہ کا کلام ہے اور بدترین امورنئی باتیں ہیں اور ہرنئی بات گمراہی ہے''

ایک موقع پر مجمع میں ارشاد ہوا۔

''بنی اسرائیل کا کام عمدہ طریق پر چل رہا تھا۔ پھر جب جہاد کے قیدیوں کی اولاد اُن میں بہت پھیل گئی تو انہوں نے جو باتیں ان قیدیوں کے دین میں تھیں ان پر قیاس کرکے ان چیزوں کو وضع کرنا شروع کر دیا جو خود اپنے دین میں نہ تھیں پس خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا تم لوگ بھی اگلوں کی روش پر ضرور چلو گے۔''

چنانچہ حسب الارشاد ایسا ہی ہوا کہ چند صدیاں گزرنے کے بعد مسلمانوں

نے دیگر ادیان ومذاہب سے اخذ کر کے وہ چیزیں اپنے طریقہ میں داخل وشامل کرلیں جن کا اسلام سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں انہیں محدثات وبدعات میں سے ایک عرس بھی ہے۔اب چونکہ یہ رسم رائج ہی ہو چکی ہےاور اس تقریب کو بہت دھوم دھام سے منایا بھی جاتا ہے۔ اس لئے اس کا مسدود ہونا توبظاہر کچھ محال سا معلوم ہوتا ہے۔ البتہ اگر غیرمعمولی سعی سے کام لیا جائے تو اس کی اصلاح ہو کر یہ ایک مفید چیز بن سکتی ہے۔ بجائے طبلہ سارنگی کے مجالس کے صرف محافلِ وعظ منعقد کی جائیں جن میں واعظین ومبلغین کو مدعو کیا جائے اور مواعظ حسنہ لوگوں کو سُنائے جائیں۔جس بزرگ کا عُرس ہو اُن کی زندگی کے سبق آموز حالات بھی بیان کئے جائیں اورنہایت موثر و دلنشین پیرایہ میں حق پرستی کا جذبہ لوگوں میں بڑھایا جائے اور رفتہ رفتہ مشرکانہ رسوم کی اصلاح کی جائے جیسے غسل قبر کی رسم، غلاف کی رسم، چادر کی رسم، صندل کی رسم، طواف کی رسم، سجدہ کی رسم، حلقہ کی رسم اور اسی طرح کی چھوٹی بڑی رسمیں ترک کی جائیں۔ چونکہ ان رسوم سے آمدنی خوب ہوتی ہے۔ اس لئے سجادہ نشین اور مجاورین اِن رسموں کو بہت ہی مشکل سے چھوڑیں گے۔

اگرسربرآوردہ اور مقتدر لوگوں کی مساعی سے ایک ایسا ادارہ قائم ہو جائے جو سارے ملک کی اُن تمام درگاہوں کو جہاں تقاریب عرس منائی جاتی ہیں۔ اپنی نگرانی میں لے لے تو پھر ہر اصلاح کا امکان ہے۔ اور درگاہوں پر حاضری دینے والوں کی فلاح کی تدابیر عمل میں لائی جاسکتی ہیں۔ اورشرک و بدعت اور فسق والحاد کی ہمہ گیری اوراس کے عذاب سے سادہ لوحوں کو بچایا جاسکتا ہے۔

روحانیت

ایسے اعمال و اشغال جن سے باطنی قویٰ ابھریں اصطلاحاً روحانیت کہلاتے ہیں۔

اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے مطابق اذکار قلبی و افکار عالی کے ذریعہ باطنی قویٰ کو تقویت پہنچائی جائے تو اس جدوجہد کو طریقت کہتے ہیں، اور اگر خود ساختہ طریقوں اور اِدھر اُدھر کی سُنی سُنائی باتوں پر عمل کر کے ارواحِ مردگان اور نادیدہ وہمی اور خیالی ہستیوں سے انتساب وارتباط کی سعی کیجائے تو اس کو بدعت کہتے ہیں۔ پھر یہ بدعت ترقی کر کے شرک اور کفر والحاد تک پہنچ جاتی ہے۔

جو لوگ انبیاء کی تعلیمات اور آسمانی ہدایات کے مطابق تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کرتے ہیں۔ ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔

کبھی کبھی یہ فرشتے خواب میں کسی نورانی شکل میں یا کسی معروف بزرگ کی صورت میں نظر آجاتے ہیں۔ کبھی بیداری میں بھی بحالتِ مراقبہ نظر آتے ہیں۔ اور اپنے تصرفات سے بموجب امرالٰہی مدد کرتے ہیں۔ خصوصاً نزع کے وقت یہ فرشتے فوت شدہ اعزاز و اقربا کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ اور مرنے والے کے گِرد و پیش جمع ہو کر بشارتِ ربانی سے اُسے مسرور و مطمئن کرتے ہیں۔

سلامتی کی راہ اسلام ہے، اسلام کے دو شعبے ہیں دین اور شریعت یعنی عقائد و اعمال۔ عقائد کی ذیل میں ایمان وعبادات ہیں اور اعمال کی ذیل میں اخلاق و معاملات ہیں۔

اسلام کے دونوں شعبے یعنی دین وشریعت اس طرح ملے جلے ہیں کہ اگر ایک شعبہ میں نقص ہوگا تو دوسرا بھی ناقص رہے گا۔ عقائد کی صحت کے بغیر شریعت کی

اتباع نہیں ہوسکتی اور شریعت کی اتباع کے بغیر عقائد کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔

شریعت ایک قانون ہے جس میں ایمان وعمل کے ضوابط، عبادات ومجاہدات کے قواعد، معاشرت ومعیشت، حقوق وفرائض اور حلال وحرام کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ اخلاق ومعاملات کے ہر ہر جز کی تشریح ہے۔

اسلام کی سچی پیروی جس میں شرک وفسق اور الحادوبدعت کا کوئی شائبہ بھی نہ ہو طریقت ہے، شریعت اور طریقت میں عام وخاص کی نسبت ہے۔ طریقت میں ہر قسم کا شر اور ہر طرح کی بدی کفر کے برابر ہے؛ روحانیت کا مفہوم ہے خیر مجسّم ہوجانا۔

جب کوئی شخص برائیوں سے بالکل پاک ہوجاتا ہے تو روحانیت کے لطائف منکشف ہوتے ہیں۔ نادیدہ ہستیاں مانوس ہوتی ہیں اور باطنی قویٰ ابھر آتے ہیں اور شرافتِ انسانی کا راز کھل جاتا ہے۔

انسان میں جو باطنی قویٰ قدرت نے ودیعت فرمائے ہیں۔ وہ نیکی سے ابھرتے ہیں نیکی ایک بہت بڑا مجاہدہ ہے، انسان کا قلب ایک آئینہ ہے۔ جو بدی سے مکدر اور نیکی سے مصفی ہوجاتا ہے۔

باطنی قویٰ کچھ دل سے تعلق رکھتے ہیں کچھ دماغ سے تعلق رکھتے ہیں۔ قوائے قلبی نیکی سے ابھرتے ہیں اور قوائے دماغی قدرت کی بخشائشوں پر غوروفکر کرنے سے روشن ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص صرف غوروفکر سے کام لے تو دماغ کے دریچے کُھل جائیں گے اور کوئی نئی چیز ظہور میں آئے گی خواہ از قسم اشیا وآلات یا از قسم مسائل وفنون۔

اگر کوئی شخص صرف نیکی یعنی کارہائے خیر ہی کرتا رہے تو ضبط واستقلال کے وصف کے ساتھ ایک سرور وشادمانی پیدا ہوگی۔ اگر کوئی شخص خیر وفکر دونوں کو اپنا

معمول بنائے اور اس کے اسلام میں کوئی خامی نہ ہو تو اسے وہ نعمتیں حاصل ہوتی اور وہ چیزیں میسر ہوتی ہیں جو اس راہ کے مسافروں کے لئے مخصوص ہیں۔ جن میں ایک خاص اور اہم نعمت بشریٰ ہے۔ یہ انعام پہلے خواب میں ہوتا ہے۔ عجائباتِ قدرت دکھائے جاتے ہیں اور بعض احوال ماضی و حال و مستقبل بھی منکشف ہوتے ہیں عالم ملکوت اور عالم برزخ کی سیر بھی حسب استعداد و صلاحیت کرائی جاتی ہے۔ پھر بیداری میں بھی بحالت مراقبہ مشاہدات ہونے لگتے ہیں جب بشریٰ کی تکمیل ہوتی ہے انشراحِ صدر ہوتا ہے اور عالمِ ملکوت مکشوف ہوتا ہے۔ تجلیات اسما اور ظہور صفات سے مشرف ہو کر ایک لامتناہی سلسلہ مبشرات کا قائم ہوجاتا ہے۔ جو اس دنیاوی زندگی کے بعد بھی رہے گا۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ (یونس ۱۰۔ ۶۳ تا ۶۴)

جو لوگ ایمان لائیں اور نیکوکاری اختیار کریں ان کے لئے بشریٰ ہے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

بشریٰ ایک خوش خبری ہے جو پہلے خواب میں شروع ہوتی ہے۔ پھر خبر کے ساتھ ساتھ احوال بھی منکشف ہونے لگتے ہیں، قدرت کی کارفرمائیوں اور اسماء صفات کی جلوہ ریزیوں کا نظارہ بھی باطنی آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے۔ آخرت میں یہ مبشرات و مشاہداتِ چشم ظاہر کے سامنے ہونگے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ

(التوبہ ۹۔ ۲۰ تا ۲۱)

روحانیت کے شائقین میں جو لوگ ایسے اعمال و اشغال اختیار کریں جو انبیاء

کی تعلیمات و ہدایات سے نہ ہوں بلکہ خود ساختہ یا اِدھر اُدھر سے حاصل کردہ ہوں تو پھر شیاطین آگھیرتے ہیں اور اپنے تصرفات سے مشرکانہ وملحدانہ باتیں القا کرتے ہیں، خواب میں تصرف کرتے ہیں معروف لوگوں کی شکل میں یا مشہور بزرگوں کی صورت میں نظر آکر کفر وفسق کی طرف مائل کرتے ہیں کبھی بیداری میں بھی بحالت مراقبہ تصرف کرتے ہیں شرک والحاد کے مضامین القاء کرکے گمراہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ واہمہ اور متخیلہ میں بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور ہر مشرکانہ وملحدانہ فعل وعمل کو نظر میں اچھا کرکے دکھاتے ہیں اور وثوق ویقین کے ساتھ باور کرا دیتے ہیں کہ یہی راہِ راست ہے، کبھی کبھی جلوہ آرائی کا پرفریب نظارہ بھی دکھادیتے ہیں۔ کبھی کسی مشکل مسئلہ کا یا کسی پیچیدہ معاملہ کا مشرکانہ وملحدانہ حل بھی بتا دیتے ہیں، گمراہ لوگوں کو مرتے وقت شیاطین آگھیرتے ہیں اور فوت شدہ قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کی صورت میں نظر آکر ایسے مطالب ومعانی اور ایسے الفاظ وکلمات سُناتے ہیں کہ غریب کا خاتمہ کفر والحاد اور شرک وفسق پر ہوتا ہے۔

رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾

(المومنوں ۲۳۔۹۷ تا ۹۸)

عمل خیر

اعمالِ طریقت میں بہترین عمل نفقہ ہے، جو شخص صحیح طور سے اس عمل پر کاربند ہو جائے اُسے وہ سب ظاہری اور باطنی نعمتیں نصیب ہوتی ہیں جن کا انسان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس عمل کی بجا آوری میں جتنی کوتاہی کی جائے گی

اتنی ہی نعمائے الٰہی سے محرومی ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ نفقہ اور اس کی ذیلی شقیں اچھی طرح ذہن نشین کرلی جائیں اور نہایت دریا دلی کے ساتھ اُن کو اختیار کیا جائے۔

مَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ (البقرۃ ۲۔۲۱۵)

اچھی چیزیں اچھا مال اچھا کھانا اپنے والدین اور قریبی حقیقی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے نفقہ ہونا چاہئے۔

نفقہ روزانہ کا فرض ہے، اس میں کھانا، کپڑا اور ضروریات زندگی کی ہر وہ چیز شامل ہے جو خود کے لئے بھی پسند خاطر ہو،

اس فرض سے کوئی امیر و غریب، سرمایہ داور و نادار مستثنیٰ نہیں۔ مستحقین نفقہ پانچ ہیں۔ والدین، اقربا، یتیم، مسکین، مسافر۔

اقربا میں حقیقی رشتہ دار ہیں، مساکین میں بیوہ نادار عورتیں اور اپاہج و معذور اشخاص ہیں۔

مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ‌ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ۝۲۶۱ (البقرۃ ۲۔۲۶۱)

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَآ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ‌ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝۲۶۲ (البقرۃ ۲۔۲۶۲)

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کی مثال اس

دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیں نکلیں اور ہر ایک بال میں سوسو دانے ہوں اور اللہ جس کے مال کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر نہ تو کسی پر احسان جتاتے نہ کسی کو اذیت دیتے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا نہ غمگین ہوں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ (البقرۃ ۲۔۲۶۷)

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

(البقرۃ ۲۔۲۷۲)

اے ایمان والو جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں ان میں نفقہ کرو اور بُری خراب چیزیں جن کو خود تم اپنے لئے پسند نہ کرو حقداروں کو نہ دو، اچھی طرح جان لو کہ اللہ غنی وحمید ہے اور جو کچھ تم نفقہ کرو گے اس کا فائدہ تم کو ہی ملے گا اور جو کچھ تم اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرو گے اور جو مال نفقہ کرو گے اس کا اجر تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہ ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ (البقرۃ ۲۔۲۷۴)

جو لوگ اپنا مال رات اور دن پوشیدہ اور ظاہر نفقہ کرتے رہتے ہیں۔ اُن کا صِلہ

پروردگار کے پاس ہے اور ان کے لئے نہ خوف ہے نہ غم۔

نفقہ تو روزانہ کا فریضہ ہے۔ اس کے سوا دو شقیں اور بھی ہیں خیرات اور زکوٰۃ

برکو خیرات کہتے ہیں موقع ومحل کے مطابق اس کی ادائیگی فرض ہے۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ (البقرۃ ۲۔۱۷۷)

وہ شخص نیک ہے جو اللہ کی محبت میں اپنے مال میں سے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور مصیبت زدوں کو دے۔

مستحقین خیرات چھ ہیں۔قرابت دار، یتیم، مسکین، مسافر، سائل اور مصیبت زدہ۔

قرابت دار میں خاندانی رشتہ والے ہیں، سائل میں نادار گداگر ہیں مصیبت زدہ لوگوں میں مقروض اور سخت احتیاج مند ہیں۔

بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا ہے انہوں نے صدقہ و بر یعنی زکوٰۃ و خیرات ایک ہی چیز سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں جداگانہ ہیں اور ان کے احکام و مسائل بھی الگ الگ ہیں۔

زکوٰۃ سالانہ کا فریضہ ہے، پیداوار آمدنی، اور مال میں سے شریعت کی مقرر کردہ معین مقدار نکالنا، یہ فریضہ صرف صاحبِ نصاب لوگوں کے لئے ہے۔

مستحقین زکوٰۃ یہ ہیں:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ (التوبۃ ۹۔۶۰)

زکوٰۃ تو مفلسوں، محتاجوں، عمال زکوٰۃ کو اور جن کے تالیفِ قلوب کی ضرورت ہو

اور غلاموں یا قیدیوں کو آزاد کرانے قرض داروں کا قرض ادا کرانے میں اور کارخیر میں اور مسافروں کی امداد میں دینی چاہئے۔

تالیف قلوب کی ذیل میں غیرمسلم غربا ہیں اور فی سبیل اللہ سے کارہائے خیر مراد ہیں۔ جیسے قومی اداروں کی امداد، رفاہِ عام کے کام جیسے مدرسہ، مسجد، کنواں، سرائے، مسافر خانہ وغیرہ۔

مستحقین زکوٰۃ آٹھ ہیں:

فقرا، مساکین، عمال زکوٰۃ، غیرمسلم غربا، مصیبت زدہ، قیدی، کارہائے خیر، مسافر

جوشخص روزانہ نفقہ، حسب ضرورت وموقع خیرات اور سالانہ صحیح زکوٰۃ اپنے اوپر لازم کرے تو یقیناً اس کا ثمرہ زندگی میں بھی پائے گا اور آخرت میں بھی۔

اہل طریقت کی شناخت ہی یہی ہے کہ وہ مخیر و فیاض ہوں جس میں یہ وصف نہیں وہ اصحاب طریقت سے نہیں ہے۔

اکثر لوگ تو نہ زکوٰۃ ادا کرتے نہ خیرات ونفقہ کرتے بعض لوگ بچا ہوا جھوٹا کھانا یا پہنا ہوا پھٹا پُرانا کپڑا کسی محتاج کو کبھی دیدیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خیرات وزکوٰۃ سب کچھ ادا کر دی۔

بعض دیندار لوگ سالانہ صحیح زکوٰۃ نکال کر اپنے پاس جمع رکھتے ہیں اور برس بھر تک اس میں سے مستحقین کو دیتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم زکوٰۃ و خیرات سے سبکدوش ہوئے۔

بعض لوگ زکوٰۃ تو کبھی نہیں نکالتے مگر اکثر خیرات کرتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم زکوٰۃ وخیرات دونوں ادا کر چکے۔

بعض لوگ کسی مسکین یا طالب علم کا کھانا مقرر کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ

ہم نفقہ، خیرات، زکوٰۃ سب سے فارغ ہوئے۔

کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا ضرور بہتر ہے مگر جیسے ایک شخص چند نفل روزانہ پڑھ لے اور فرض نماز ادا نہ کرے تو نفل کا ثواب تو ضرور ملے گا مگر ترک فرض کا گناہ عائد ہوگا۔

نفقہ روزانہ کا فریضہ ہے اور اس کے حقدار مخصوص ہیں، خیرات کے حقدار جداگانہ ہیں حسب موقع وضروریات اُن کی امداد اپنی استطاعت کے بموجب کی جائے۔

زکوٰۃ سال تمام پر مقررہ مستحقین کو جلد دیدی جائے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿٣٥﴾ (التوبۃ ۹۔ ۳۴تا۳۵)

جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اُس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے عذاب درد ناک کی خبر سنا دو جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا۔ پھر اس کو ان کی پیشانیوں پہلوؤں اور پیٹھوں پر داغا جائے گا یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا اب اس کا مزہ چکھو۔

لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آل عمران ۳۔۱۸۰)

جو لوگ اپنے مال میں جو اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں وہ لوگ اپنے اس بخل کو اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل اُن کے لئے بہت بُرا ہے۔ قیامت کے دِن اُن کا مال طوق بنا کر گردنوں میں ڈالا جائے گا۔

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی ۙ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی ؕ﴿۷﴾

(اللیل ۹۲۔۵ تا ۷)

پس جس نے خیرات کی اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچ جانا تو اُس کو ہم آسان راہ کی توفیق دیں گے۔

ہر بیماری کا سریع الاثر نسخہ

ایک مردِ صالح کا معمول تھا کہ وہ خود یا اُن کے اہل وعیال میں سے کبھی کوئی بیمار ہوتا تو وہ طبیب کو بلا کر مرض کا حال بیان کرتے اور نبض دکھا کر کہتے کہ بجائے جوشاندہ وغیرہ کے کوئی ایسی مرکب دوا تجویز فرمادیجئے جو ازالہ مرض کے علاوہ مقوی اور مفرح بھی ہو۔ چنانچہ طبیب صاحب ان کی خوش حالی کو دیکھتے ہوئے کوئی قیمتی نسخہ لکھ دیتے تھے۔ جس میں یاقوتی خمیرہ، مفرح جوارش ومعجون ہوتی تھی طبیب صاحب کے جانے کے بعد خادم کونسخہ دیکر کہتے کہ اس نسخہ کی قیمت عطار کی دوکان پر جانچ کر الاؤ اور نسخہ کی پشت پر قیمت لکھوا لاؤ خادم کسی عطار سے نسخہ جانچ کرا کے قیمت لکھوا لاتا۔ جو کچھ قیمت ادویہ کی ہوتی وہ نقد رقم خادم کو دے کر کہتے کہ دوا میں تاثیر بھی اللہ کے حکم سے پیدا ہوتی ہے اور شفا بھی وہی عطا فرماتا ہے۔ دوا خود کوئی چیز نہیں ہے، علاج کرنا مسنون ہے۔ کیونکہ دنیا عالم اسباب ہے، علاج صرف ادویہ ہی سے نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ علاج کے بہت طریقے ہیں۔ بیماری کو ایک بلا کہا گیا ہے جو کسی لغزش، خطا، غلطی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جس کا ظاہری سبب کوئی اتفاقی حادثہ یا کوئی بے احتیاطی یا تبدیلی موسم وغیرہ ہوتا ہے۔ خیرات کو ردِ بلا کہا گیا ہے۔ یہ بھی ایک علاج ہے۔ مقصود علاج ہے خواہ دوا سے ہو یا کسی اور طریقہ سے

ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ نسخہ کی قیمت کی نقد رقم جائز مستحق مساکین وغربا میں تقسیم کردو۔ خادم تعمیل حکم کرتا اُسی وقت سے صحت کے آثار شروع ہوتے اور جلد شفا ہو جاتی تھی۔ اصحابِ طریقت کے لئے یہ عمل تیر بہدف اور اکسیرِ اعظم ہے یہ ایسا عجیب وغریب نسخہ اور ایسا بے ضرر و بے خطا علاج ہے۔ کہ اس سے بہتر کوئی دوسرا علاج ہو نہیں سکتا۔ صدق اور یقین شرط ہے۔

جادوگری

جو لوگ کفر والحاد اور شرک وفسق کے گرویدہ ہوتے ہیں ان پر شیاطین اُترتے ہیں۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ (الشعراء ۲۶۔۲۲۱ تا ۲۲۳)

تم کو بتائیں کس پر شیاطین اُترتے ہیں، وہ اُترتے ہیں جھوٹے بدکار پر سُنی سنائی باتیں القا کر دیتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

(فصلت ۴۱۔۴۱)

اور ہم نے اُن کے ساتھ بُرے ہمنشین متعین کر دئے پس ان کے آگے پیچھے سب کام اُن کو اچھے کر دکھائے۔

جس طرح مومنین صالحین کے ساتھ ہر وقت فرشتہ رہتا ہے جو آگے پیچھے شیطان کے حملے سے حفاظت کرتا ہے اسی طرح بداعمال لوگوں کے ساتھ بھی ہر وقت ایک شیطان رہتا ہے جو جھوٹی باتیں القا کرتا ہے اور آگے پیچھے سب کام

اچھے کر دکھاتا ہے۔

جو لوگ ایسے الفاظ اور کلماتِ خبیثہ جن میں کفر و الحاد اور شرک کی جھلک ہو پڑھتے ہیں تو شیاطین بہت خوش ہوتے ہیں۔ اس قسم کے ملحدانہ اور مشرکانہ جملے خواہ کسی زبان کے ہوں شیاطین پسند کرتے ہیں اور ایسے وظائف و اوراد پڑھنے والوں کے دوست بن جاتے ہیں اور اُن کے کام بھی کر دیتے ہیں۔

شیطان میں اثر اندازی کی قوت بہت زیادہ ہے وہ اپنی ذریات کو بھی اس کی مشق کراتا ہے، بہکانے کے علاوہ شیاطین دو باتوں میں خاص مہارت رکھتے ہیں ایک نظر بندی، دوسرے آپس میں لڑائی جھگڑا فساد کرا دینا یا باہمی نفاق و عداوت و افتراق کا فتنہ کھڑا کر دینا۔

جو لوگ شیاطین کے پسندیدہ اعمال میں مشغول رہتے ہیں وہ شیاطین کی مدد سے دو شخصوں میں دشمنی یا جدائی کرا دیتے ہیں اور لوگوں کی نظر بندی کر کے جادوگری کے شعبدے بھی دکھا دیتے ہیں۔ جن لوگوں پر شیطان متعین کر دیا جاتا ہے اگر وہ شیطانی اعمال میں مشغول رہیں تو وہ دوست بھی بن جاتا ہے۔ ہر وقت اور ہر حال میں ساتھ رہتا ہے۔ عرفِ عام میں اس کو ہمزاد کہتے ہیں۔ یہ جھوٹی سچی خبریں بھی سُناتا ہے۔ نظر بندی کے تماشے بھی دکھاتا ہے اور شرک پسند بدعتی لوگوں کے چھوٹے موٹے کام بھی کر دیتا ہے۔

جادو کے لئے کوئی خاص الفاظ مخصوص نہیں ہے ہر وہ جملہ جس سے کفر و الحاد اور شرک ٹپکتا ہو جادو ہے ہر ایسے لفظ یا جملے کو مسلسل چند روز تک پڑھنے اور پلید رہنے سے شیطان خوش ہو کر اپنی دوستی کا اظہار کر دیتا ہے اور جادوگری کے کھیل دکھانے لگتا ہے۔

جادو صرف دو باتوں میں ہی چل سکتا ہے یعنی نفاق، عداوت اور افتراق و دشمنی کا فتنہ کھڑا کرنے میں اور نظر بندی کے دھوکے دکھانے میں چونکہ شیاطین کو اثر اندازی کی خاص مشق و مہارت ہوتی ہے۔ وہ نگاہوں پر اثر ڈال دیتے ہیں اور رسی مثل سانپ نظر آنے لگتی ہے یا اور اسی طرح کی بے شمار نظر فریبیاں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

جب جو کوئی شخص شیطانی اعمال و اشغال میں پوری طرح منہمک ہو کر خود بھی سرتاپا شیطان بن جاتا ہے تو پھر شیاطین کے بڑے پیر سے جس کا نام ابلیس ہے فیض پہنچنے لگتا ہے اس وقت ضرور یہ کمال پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنے مخالف کو بیمار ڈالا جاسکتا ہے یا مخبوط الحواس بنایا جاسکتا ہے۔ یا کسی کو مطیع و مسخر کیا جاسکتا ہے۔ غرض ہر برائی اور خرابی وقوع پذیر ہوسکتی ہے۔

جادوگری کے عجائب اور نظر بندی کے خوارق نے ہر خاص و عام کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ بعض محتاط شائقین نے جب اس فن کو سیکھا اور شرک جلی پر اس کی بنیاد دیکھی تو انہوں نے ایک نئی راہ نکالی اور علوی سحر کی بنیاد رکھی۔ کچھ قاعدے علم جعفر کے کچھ چیزیں علم نجوم کی اور کچھ اپنی ذہانت سے طبع زاد طریقے وضع کر کے اپنا شوق پورا کرنے کے لئے راستہ ہموار اور میدان صاف پیدا کر لیا۔

علوی سحر میں حروف و اعداد کی اُلٹ پھیر سے موکلوں کے نام وضع کئے جاتے ہیں۔ پھر ان مستخرجہ اور خود ساختہ ناموں کا وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔ کچھ اِدھر اُدھر کے الفاظ اور جملے بعض ملائکہ اور انبیاء کے نام بھی پڑھے جاتے ہیں۔

ساحر خواہ علوی عامل ہوں یا سفلی سعادت وفلاح سے محروم رہتے ہیں۔

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ (طٰہٰ ۲۰۔۶۹)

اور ساحر کہیں بھی فلاح نہیں پائے گا۔

سفلی جادوگر اور علوی عالمین کو کبھی سکون خاطر اور اطمنان قلب میسر نہیں ہوتا ہمیشہ پریشان حال اور امرض خبیثہ میں مبتلا رہتے ہیں بعض پاگل ہوجاتے ہیں اور اکثر و بیشتر کا مرتے وقت بہت بُرا حال ہوتا ہے بعض کی صورتیں مسخ ہو جاتی ہیں۔

جس طرح سفلی جادو میں شرکِ جلی کے کلماتِ خبیثہ پڑھے جاتے اور شرکِ جلی کے افعال قبیحہ کئے جاتے ہیں اسی طرح علوی سحر بھی ہے فرق یہ ہے کہ سفلی جادو کے الفاظ و کلمات صریحی کفر و شرک ہوتے ہیں۔ اور علوی سحر کے الفاظ وکلمات میں شرک خفی ہوتا ہے یہ علوی سحر کے الفاظ وکلمات اکثر عربی زبان کے ہوتے ہیں اور بعض چیزوں میں آیات کلام اللہ بھی تحریف کر کے شامل کی جاتی ہیں۔ اس لئے شیاطین سفلی عملیات کی طرح علوی عملیات سے فوری حاضر نہیں ہوتے۔ جب شرک خفی رٹتے رٹتے شرکِ جلی کے گناہ کے برابر درجہ حاصل ہوتا ہے تب متوجہ ہوتے ہیں اور سفلی جادوگری کی طرح اثر اندازی، نظر بندی اور پُر فریب شعبدہ بازی کے عجیب و غریب تماشے اور خرق عادات کے کرشمے دکھانے لگتے ہیں۔

چونکہ علوی سحر کے عامل بظاہر صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن سے شیاطین سفلی جادوگروں کی طرح مانوس اور خوش نہیں ہوتے بلکہ موقع کے منتظر رہتے ہیں جب قابو پاتے ہیں عامل صاحب کو خبطی دیوانہ بنا ڈالتے ہیں یا کسی خبیث بیماری میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

علوی سحر کے عاملین پیری مریدی کا جال بھی پھیلاتے ہیں اور تعویز گنڈے

کی دوکان بھی لگاتے ہیں جس کو اپنا مخالف سمجھتے ہیں اسے مسخر کرنے یا نقصان پہنچانے کی اپنے شیاطین کی مدد سے کوشش کرتے ہیں۔ اکثر پاکباز لوگوں نے کسی ایسی چیز کی خواہش ظاہر کی ہے جس کی برکت سے علوی سحر یا سفلی جادو کے اثر سے مامون و محفوظ رہیں۔ مثل مشہور ہے کہ لوہے کولوہا ہی کاٹتا ہے اس لئے لوح خضری کی نسبت مشہور ہے کہ جس کے پاس ہو اس پر علوی یا سفلی کوئی عمل اثر نہیں کرتا۔ نقش خضری میں آیۃ کریمہ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ① (القلم ۶۸۔۱) کو نشاناتِ خصوصی میں ترکیب دیا گیا ہے اور حروفِ اسرار کھٰیٰعص حمٓعسق کی جدول میں حرف ن کی حقیقتِ مثالیہ کو ہر چار سمت سے کھینچ کر محدود کیا ہے۔ فن نقوش میں نقشِ خضری کو جملہ نقوش پر فوقیت دی گئی ہے کہا جاتا ہے کہ حضرت خضرؑ نے حضرت امام جعفر صادقؓ کو یہ نقش بخشا تھا۔ کاملینِ علم جعفر اور ماہرین فن نقوش اس نقش کو طلسمِ اعظم کہتے ہیں۔ ایک چاندی کی لوح پر یا صاف پتھر جیسے یشب، عقیق، زبرجد وغیرہ کی تختی پر کندہ کرالیں۔

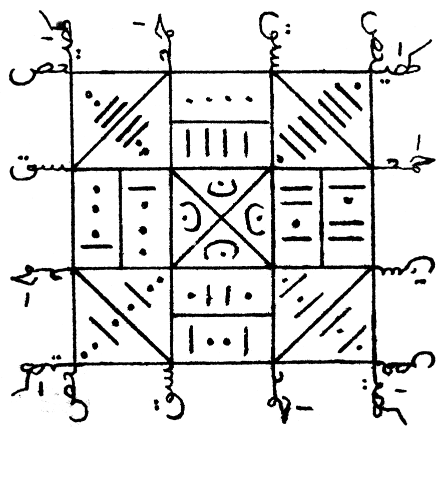

خیر و شر

اللہ جل قدرہ اگر خیر کے ساتھ شر کو نہ پیدا فرماتا تو پھر سب لوگ نیک اور ہدایت یافتہ ہوتے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا○ (یونس ۱۰۔۹۹)

اگر تیرا رب چاہتا تو جو زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔

ایسی صورت میں ثواب و عذاب کچھ نہ ہوتا اس لئے اس حکیم و قدیر نے خیر کے ساتھ شر کو نیکی کے ساتھ بدی اور ایمان کے ساتھ کفر کو پیدا کیا تاکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جائے اور انسان کو تمیز و فیصلہ کی قوت عطا فرمائی۔

خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ط (التغابن ۶۴۔۲)

تم کو پیدا کیا پس تم میں سے کافر بھی ہیں اور مومن بھی۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ (الدھر ۷۶۔۳)

ہم نے اسے راستہ دکھایا چاہے شکر گزار بنے یا ناشکرا۔

جو لوگ تمیز و فیصلہ کی قوت سے کام لیکر خیر کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور شر کی راہ سے گریز کرتے ہیں وہ اجر کے مستحق ہوتے ہیں اور اُن کا مرتبہ شر کی راہ چلنے والوں سے بلند ہوتا ہے۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ز اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ㉘ (ص ۳۸۔۲۸)

کیا ہم مومنین صالحین کو زمین میں فساد پھیلانے والوں کے برابر کر دیں کیا پرہیز گاروں کو بدکاروں کے مساوی بنائیں؟

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ (الطور ۵۲۔۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائیں اور ان کی ذریت ان کی پیروی کرے تو ہم انکی ذریت کو بھی ثواب میں اُن کے شریک کرتے ہیں اور ان کے اجر میں سے کچھ کم نہیں کرتے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال ۹۹۔۷ تا ۸)

پس جو کوئی ذرّہ برابر نیکی کریگا اُس کا ثمرہ پائے گا اور جو کوئی ذرّہ برابر بدی کریگا اُس کا نتیجہ بھگتے گا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝ (الرعد ۱۳۔۲۹)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام بھی کئے اُن کے لئے خوش حالی ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ (النساء ۴۔۱۱۱)

اور جو بدی کماتا ہے وہ اپنی ہی خرابی کرتا ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ (النساء ۴۔۱۸)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؗ (آلاعمران ۳۔۲۲)

اور جو لوگ بدی ہی کرتے ہیں ان کی توبہ قبول نہیں وہی لوگ ہیں جن کے عمل دنیا وآخرت میں اکارت گئے۔

مذہب دو باتوں کی ہدایت کرتا ہے۔

عقائد اور اعمال

بعض لوگوں نے اعمال سے صرف عبادت مراد لی ہے حالانکہ عبادت عقائد

کی ذیل میں ہیں اور اعمال میں اخلاق و معاملات ہیں، عقائد و عبادات کا نتیجہ عاقبت میں ظاہر ہوگا اخلاق و معاملات کے نتائج زندگی ہی میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ (النحل ۱۶۔۳۰)

جن لوگوں نے نیکی کی اُن کے لئے اسی دُنیا میں بھلائی ہے۔

ایک شخص صحیح العقیدہ اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہومگر اُسکے اخلاق اور معاملات بہت خراب ہوں تو اس کا شمار بہ لحاظ اعمال بدوں میں ہوگا اور بدی کے جو نتائج ہیں وہ ظاہر ہوں گے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (الرعد ۱۳۔ ۳۴)

ان کے لئے اسی دنیاوی زندگی میں عذاب ہے۔

ایک شخص صحیح العقائد اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو، اخلاق بہت بلند ہوں معاملات بہت صاف سُتھرے ہوں اس کے لئے زندگی میں بھی راحت وشادمانی ہے اور عاقبت میں بھی۔

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ ؕ
(النحل ۱۶۔۳۰)

جن لوگوں نے بھلائی کی اُنکے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت تو سب سے بہتر ہے۔

ایک شخص بدعقیدہ، بدعمل، بدخلق، بدمعاملہ اور فاسق وفاجر ہوتو اس کے لئے یہ زندگی بھی دوزخ ہے اور عاقبت بھی دوزخ ہے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ
(الرعد ۱۳۔ ۳۴)

اُن کے لئے اس دنیاوی زندگی میں بھی عذاب ہے۔ اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے۔

بعض لوگ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں کارہائے خیر میں بھی حصہ لیتے ہیں مگر شرک و بدعت ، فسق والحاد، کذب و غیبت میں مبتلا ہیں ایسے لوگوں کے عمل اکارت جاتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٦٩﴾
(التوبہ ۹۔۶۹)

وہی لوگ ہیں جن کے عمل دنیا وآخرت میں اکارت گئے اور جنہوں نے گھاٹا اُٹھایا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾ (حٰم السجدۃ ۴۱۔۴۶)

جو اچھے عمل کرتا ہے تو اپنے لئے اور جو بدی کرتا ہے تو اس کا نتیجہ اُسی کے لئے اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

نتائج

روح میں اثر پذیری اور قبول کا خاصہ قدرتاً ودیعت ہے اس لئے نفسِ امارہ کے اُبھارنے، خناس کے وسوسہ ڈالنے، اور شیطان کے بہکانے سے متاثر ہو کر شر پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ اگر انسان تمیز اور فیصلہ کی قوت سے جو دماغ میں ودیعت فرمائی گئی ہے کام لے اور نفس، خناس، شیطان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے تو روح اس جذبہ کو قبول کر کے بدی سے پھر کر نیکی پر آمادہ ہو جاتی ہے اور اسی تمیز و فیصلہ کی قوت پر جس کو عقل کہتے ہیں نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اور اسی اختیار کی بنا

پر انسان عذاب وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ خیر وشر کی تمیز کرنے والی چیز عقل ہے اور یہ فیصلہ کرنا بھی عقل ہی کا کام ہے کہ وہ خیر کی راہ اختیار کرے یا شر کی مگر اس فیصلہ کے لئے خیر وشر کے نتائج کا صحیح علم ہونا ضروری ہے اور یہ علم تجربہ سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن انسانی تجربات میں اور اخذِ نتائج میں غلطی کا احتمال ہے اس لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے صحیح راہ نمائی ہوتی ہے اور انبیاء وہی کہتے ہیں جو اُن پر حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ
(الکھف ۱۸۔۲۹)

کہدو یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

پاکبازی کا نتیجہ تندرستی جودوسخا کا نتیجہ خوش حالی، ہمدردی کا نتیجہ ہردلعزیزی، سچ بولنے کا نتیجہ عزت، رحم ومروت کا نتیجہ سکون خاطر ہے۔

بدکاری کا نتیجہ امراض خبیثہ، بخل اور حرص وطمع کا نتیجہ ذلت، جھوٹ اور غیبت کا نتیجہ افلاس وتنگدستی، قرض کا نتیجہ بے وقعتی، ظلم اور چوری کا نتیجہ پریشانی، خود غرضی کا نتیجہ بے اطمینانی ہے۔

ہر شخص اپنی نیکی اور بدی کو مذکورہ نتائج سے خود ہی معلوم کرسکتا ہے جو لوگ صرف عقائد وعبادات ہی کو نیکی سمجھتے ہیں اور اخلاق ومعاملات کی اصلاح نہیں کرتے وہ آیاتِ کریمہ پر غور کریں۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝۲

(العنکبوت ۲۹۔۲)

کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ صرف اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ﴿۱۴۲﴾ (العمران ۳۔۱۴۲)

کیا تم سمجھتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ کے نزدیک نہ ثابت ہوا ہو گا کہ تم میں سے کون اصلاح حال کی کوشش کرنیوالا اور کون صبر واستقلال والا ہے۔

نیکی اور بدی کے نتائج کبھی جلد ظاہر ہو جاتے ہیں اور کبھی کسی خاص سبب کی بنا پر بہت دیر میں اُن کا ظہور ہوتا ہے۔

نیکی یا بدی جس پیمانہ کی ہوگی اسی کے بموجب نتائج برآمد ہونگے، بعض لوگوں کو یہ کہتے سُنا گیا ہے کہ ہم نماز، روزے کے پابند ہیں، ہمارے عقائد بھی شرک وبدعت اورفسق والحاد سے پاک ہیں مگر ہم کوسکون خاطر میسرنہیں عسرت اورمصیبت میں ہماری زندگی گزرتی ہے۔

اسی طرح کی اور بہت باتیں اکثر لوگ کہا کرتے ہیں اور پھران سب باتوں کوتقدیر کے حوالے کر دیتے ہیں کہ قسمت میں ایسا ہی لکھا ہے۔

تقدیر کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ جل قدرہ نے ہر کام اور ہر چیز کا ایک اندازہ اور ایک معیار مقرر فرما دیا ہے اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اور ہماری خوشحالی یا بدحالی یہ بھی قدرت کے مقرر کردہ اندازہ کے بموجب ہمارے اعمال و افعال اور ہمارے کردار کا نتیجہ ہوتی ہے۔

مَاۤ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ﴿۳۰﴾

(الشوری ۴۲۔ ۳۰)

جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی کسب سے پہنچتی ہے اور اللہ بہت سی باتوں کوتو معاف ہی کر دیتا ہے۔

بظاہر ایک دیندار اور نیک عمل اگر مصائب ومشکلات میں مبتلا ہوتا ہے تو یقیناً کوئی بدی اس میں اتنے وسیع پیمانہ پر موجود ہوتی ہے جس کا نتیجہ اس کی نیکیوں پر غالب ہو جاتا ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ (الجاثیہ ۴۵۔۲۱ تا ۲۲)

کیا جو لوگ بُرائیاں بھی کرتے جاتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں جو سچے مومن ہیں اور جن کے سب اعمال اچھے ہیں کیا نیک کام کرنے والے اور بدی کرنے والے ایک ہی طرح کے صلہ کے مستحق قرار دیے جائیں زندگی میں بھی اور موت میں بھی، افسوس ہے۔ ایسا سمجھنے والوں پر، اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، تا کہ ہر شخص کو اس کی کمائی کے مطابق بدلہ ملے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

جھوٹ، غیبت، بخل، حرص، طمع، خودغرضی، حسد، بغض، غرور، کینہ، افترا، بہتان، ظلم، چوری، ایذا رسانی اور بدزبانی ایسی برائیاں ہیں جن کے نتائج نیکیوں کے نتائج پر غالب آ جاتے ہیں۔

عام طور سے لوگ دوسروں کے عیب تلاش کرتے ہیں اور خود اپنے عیوب اور

اپنی بدیوں پر نظر نہیں ڈالتے، شائقین طریقت کے لئے ضروری اور بہت ضروری ہے کہ وہ روزانہ اپنے اعمال وافعال کا جائزہ لیا کریں کیونکہ

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط (البقرۃ ۲۔۲۸۶)

جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھریگا۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ قف وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ط

(السراء ۱۷۔۷)

اگر نیکی کرو گے تو اس کا نتیجہ تم کو حاصل ہوگا اور بدی کرو گے تو اس کا نتیجہ بھی تم ہی بھگتو گے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ط (النساء ۴۔۷۹)

جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہاری ہی بدی کا نتیجہ ہے۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۝ (الحشر ۵۹۔۱۸)

اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا۔

وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ (الزمر ۳۹۔۵۵)

اور نیکیوں کی جو ہدایات تمہارے رب کی طرف سے تم کو پہنچی ہے ان کی پیروی کرو قبل اس کے کہ ناگہاں تم پر عذاب آئے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

پتھر برسنے کا نام ہی عذاب نہیں ہے۔ بلکہ ہر بلا و مصیبت، ہر وبا، قحط، زلزلہ، طوفان اور ہر زحمت و پریشانی عذاب ہے۔ اسی طرح ہر راحت وسکون ہر کامرانی و شادمانی اور ہر مسرت وخوشی ثواب ہے۔ ہر شخص پر عذاب وثواب کا نزول اس کے اعمال وافعال اور اس کے کردار کے بموجب ہوتا رہتا ہے جس کو

بدی اور نیکی کے نتائج کہتے ہیں۔

جب نیکی مفقود ہو کر بدی عام ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی عقائد بھی خراب ہو کر کفر والحاد اور شرک وفسق ہمہ گیر ہو جاتے ہیں تو پھر کسی بڑے عذاب کا نزول ہوتا ہے۔ جو سب بدوں کو اپنی لپیٹ میں لیکر ہلاک و برباد کر دیتا ہے یا کسی سخت مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿١٦﴾ (الاسراء ۱۷-۱۶)

اور ہم جب کسی بستی کو ہلاکت میں ڈالنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمارے مقرر کردہ قانون قدرت کے مطابق پہلے آسودہ اور عیش پسند لوگ بدی کو اختیار کرتے ہیں پھر اُن کو دیکھ کر رفتہ رفتہ پوری بستی بدی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور بدی کی ہمہ گیری کا نتیجہ تباہی کے عذاب کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

ادبار وتنزّل

قوموں کے ادبار و تنزل کا سبب اخلاق و معاملات کی خرابی ہی ہوا کرتا ہے۔ جس قوم کے اخلاق و معاملات بگڑ جاتے ہیں وہ پستی میں جا پڑتی ہے اور ہر طرح کی ذلت چھا جاتی ہے۔

جب گناہ اور بدعملی عام ہو جاتی ہے۔ خیر مفقود ہو کر شر ہمہ گیر ہوتا ہے تو پھر عذاب نازل ہوتا ہے، جب عذاب نازل ہونے والا ہوتا ہے تو اصلاح کی سب راہیں مسدود ہو جاتی ہیں کوئی شخص بھی اپنی بدعملی کو بدعملی نہیں سمجھتا، جب اپنی بداعمالی کا احساس ہی نابود ہو جاتا ہے تو اصلاح حال کا امکان نہیں رہتا۔

بعض لوگ جن میں کچھ صلاحیت موجود ہوتی ہے کسی ہنگامی مصیبت سے چونک پڑتے ہیں اور اپنی بدبخت قوم کو بیدار کرنا چاہتے ہیں مگر چونکہ خود اُن کا حال اصلاح طلب ہوتا ہے اس لئے افرادِ قوم پر اُن کی مساعی کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور یہ عارضی جوش و احساس جو کسی ہنگامی مصیبت سے نمایاں ہوتا ہے چند روز میں غائب ہوجاتا ہے۔

چنانچہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی وبا پھیلی یا قحط پڑا یا کوئی ہنگامی مصیبت نازل ہوئی تو وہ لوگ جن میں کچھ صلاحیت ہوتی ہے۔ گھر گھر اور محلہ محلہ وعظ ونصیحت کرتے پھرتے ہیں چونکہ خود بھی اصلاح طلب ہوتے ہیں اور یہ وعظ ونصیحت محض ایک ہنگامی جوش ہوتا ہے۔ اس لئے کچھ اثر نہیں ہوتا اگر بعض لوگ کچھ متاثر ہوتے بھی ہیں تو یہ متاثر ہونا محض کڑی کے اُبال کی طرح ہوتا ہے کہ آیا اور ختم ہوا کچھ دن اگلے لوگوں کے تذکرے اولیاء کی کرامات کے قصے اور نام آوروں کی داستانوں کے محض زبانی چرچے ہوتے ہیں چند روز میں پھر وہی پہلے کی سی حالت ہوجاتی ہے۔

عوام الناس میں سے بعض غریب جہلا کا مذہب کی طرف میلان ہوتا ہے مگر صحیح تعلیم نہ ہونے کے سبب یہ میلان کسی قبر پر لوبان چھوڑنے یا کوئی نیاز دلانے میں محدود ہوجاتا ہے۔ بعض اس سے ذرا آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور صرف نماز پڑھنے لگتے ہیں۔

وہ لوگ جو صحیح معنوں میں مصلح قوم کہے جاسکتے ہیں وہ ہیں مشائخ اور علماء یہ حضرات بھی برابر پستی کی طرف جارہے ہیں، مشائخ نے شرک و بدعت اور فسق الحاد کی وہ اختراعات کی ہیں کہ اُن سے پہلے لوگوں کے گمان میں بھی نہ گزری

ہونگی۔ علماء نے بزعمِ دینداری افتراق بین المسلمین کا فتنہ کھڑا کر دیا ہے نئے نئے فرقے نکلتے ہی آتے ہیں، سر پھٹول ہوتے صدیاں گذر گئیں مگر متنازعہ مسائل حل نہ ہوسکے اور اس خانہ جنگی کا نتیجہ بھی دیکھ رہے ہیں پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔

لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (الانفال ۸۔۴۶)

جھگڑو مت ورنہ بودے ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی۔

ہر زمانہ ہر قوم اور ہر ملک کے عوام الناس میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود رہتے ہیں جو اپنے اصلاح حال کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر تہذیب یافتہ ہو جاتے ہیں تو اپنی کامیابی مساعی سے گردوپیش کے لوگوں کی تہذیب اخلاق میں سرگرمِ عمل ہو کر ان کو معاملات کی درستی کا راستہ بتاتے ہیں اور بغیر کسی نمود و نمائش یا بغیر کسی اپنی غرض کے محض خالصتہً للہ رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ لوگ اصحابِ طریقت کہلاتے ہیں۔

طریقت کی خاص تعلیمات یہ ہیں کہ اپنے عقائد کو ہر طرح کے خفی و جلی شرک اور کفر و الحاد سے پاک کریں۔ اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد کا سننے والا نہ جانیں، عبادت صحیح طریقہ سے ادا کریں، قسم قسم کے اذکار و اشغال اور طرح طرح کے وظائف و اوراد سے بچیں، کبھی کسی حال میں کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کریں، کبھی کیسی ہی سخت ضرورت درپیش ہو قرض نہ لیں، کسی کو دھوکہ نہ دیں، کسی سے وعدہ خلافی نہ کریں، جھوٹ، غیبت، حسد، کینہ، بغض و عناد، فتنہ وفساد، ظلم، حق تلفی، چوری، حرص، طمع، بخل، ریا، اور ہوس شہرت سے سخت گریز و پرہیز کریں، چھچھورے پن اور غرور سے دور رہیں۔ افترا، بہتان، ایذا رسانی اور بدزبانی سے نفرت کریں، حلال روزی کے لئے جائز وسائل

اختیار کریں، اپنی استطاعت کے مطابق غریبوں محتاجوں کی مدد کریں۔ ہر شخص کی بھلائی چاہیں اور اپنے گردوپیش کے لوگوں سے شفقت و مروت کا برتاؤ کریں، فرصت کے اوقات کو خوش گپیوں اور فضول بکواس میں ضائع نہ کریں بلکہ کوئی مفید کام کرتے ہیں، خودغرض، خوشامدی، منافق اور بدباطن لوگوں کی صحبت پسند نہ کریں اور خوش باش زندگی بسر کرتے ہوئے اللہ جل جلالہٗ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں، غم و غصہ کو پاس نہ آنے دیں، اوصافِ مردمی ضبط و استقلال، غیرت وحیا، جرات و ہمت اور بردباری کو اپنا شعار بنائیں۔

جو شخص ان تعلیمات کا پیرو نہ ہو وہ اہل طریقت سے نہیں۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ (النحل ۱۶۔۹۷)

جو عمل صالح پر کاربند ہوگا خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوتو ہم اُسے دنیا میں اچھی زندگی بسر کرائینگے اور آخرت میں بہترین صلہ دیں گے۔

اس آیۃ کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو ایمان والا خواہ مرد ہو یا عورت نیک کام کرے گا اُسے اچھی خوش حال اور پُرسکون زندگی بسر کرائی جائیگی اور عاقبت بخیر ہو کر اجر آخرت کا اس کو حصہ ملے گا۔ پس جو لوگ خود کو نیک سمجھتے ہوں اور تباہ حالی و بدمزگی میں بے چین زندگی گزرتی ہو اُن کو یقین کر لینا چاہئے کہ وہ نیکی سے بہت دور ہیں انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہئے اور اپنے اعمال میں اخلاق و معاملات کا محاسبہ کرنا چاہئے دنیا کی ساری نعمتیں بندوں کے لئے ہی ہیں جو یہاں کی زندگی میں نعمتوں سے محروم ہے آخرت میں بھی محروم رہے گا۔ لوگوں ڈرو اور اپنے حال پر غور کرو۔

مَنۡ كَانَ فِيۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰى فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى (الاسراء ۱۷۔۷۲)

جوکوئی اس دنیا میں اندھا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔

مفروضہ عبادات ہی کو عمل صالح سمجھنا اور اخلاق و معاملات کو نظر انداز کر دینا صحیح نہیں ہے۔ **اسلام** صرف چند عبادات کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام عبارت ہے اس مذہب سے جس میں حیات نفسی اور حیات اجتماعی کے تمام اصول وقوانین کی تعلیمات ہیں۔

فریضہ تبلیغ

ہر اس شخص پر جو اپنے مذہب سے ضروری حد تک صحیح طور سے آگاہ ہو اور اپنی اصلاح حال کر کے عملی نمونہ بن چکا ہو۔ فرض ہے کہ وہ اپنے گردوپیش کے لوگوں میں اور جہاں تک اس کی رسائی ہو سکتی ہو پیامِ حق پہنچائے اور اوامر ونواہی سے دلنشین وموثر پیرایہ میں خبردار کرے۔

اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ؕ (النحل ۱۶۔۱۲۵)

اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو دانشمندی اور نصیحت کیساتھ دعوت دو اور اُنکے ساتھ پسندیدہ وخوشگوار پیرایہ میں بحث کرو۔

اگر چند ہدایت یافتہ لوگ جماعت بن کر لوگوں کی اصلاح کے لئے مساعی ہوں تو یہ زیادہ مفید ہوگا۔

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾ (ال عمران ۳۔۱۰۴)

اورتم میں سے ایک جماعت ایسی ہو کہ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بُلائے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے۔

موضوع بحث صرف اصلاح حال ہونا چاہئے۔

فرقہ بندی

ایک چیز جس نے امت مسلمہ کی وحدتِ ملی میں خلل ڈال دیا۔فرقہ بندی ہے، طریقت میں اس چیز کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ افتراق بین المسلمین بھی ایک شر ہے۔جن لوگوں نے بزعم دینداری فرقہ بندی کا فتنہ کھڑا کیا ہےان سے باز پُرس ہوگی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ (الانعام ۶۔۱۵۹)

جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور فرقے فرقے ہوگئے تمہیں اُن سے کوئی سروکار نہیں اُن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہی بتلائے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

آج امتِ مسلمہ فرقوں میں بٹی ہوئی ہے مختلف فرقے ہیں، پھر ہر فرقہ میں بھی متعدد گروہ اور متفرق ٹولیاں ہیں جزوی اور فروعی باتوں میں جھگڑتے ہیں اور ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو گمراہ سمجھتا ہے۔ راہ راست پر صرف اپنے ہی فرقہ کو سمجھا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں فرقہ بندی کو شرک کہا گیا ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ (الروم ۳۰۔۳۱ تا ۳۲)

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴿۵۲﴾ (المؤمنون ۲۳۔۵۳)

اورتم مشرکوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور فرقہ فرقہ ہوگئے ہر فرقہ اسی میں خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔فی الحقیقت یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس ڈرو یعنی نافرمانی اور فرقہ بندی سے بچو۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴿۱۰۵﴾ (ال عمران ۳۔۱۰۵)

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقہ فرقہ ہو گئے اور اختلافات میں پڑ گئے حالانکہ روشن دلیلیں آ چکی تھیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے بڑا عذاب ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (ال عمران ۳۔۱۰۳)

اورسب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو اور فرقہ بندی سے بچو۔

اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۚ (الشوریٰ ۴۲۔۱۳)

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۚ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴿۵۰﴾ (الانبیاء ۲۱۔۵۰)

دین کو قائم رکھو اور اس میں فرقے نہ بناؤ یہ قرآن برکت والی کتاب ہے ہم نے اس کو نازل کیا ہے کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴿۲۷﴾ (التکویر ۸۱۔۲۶تا۲۷)

پھر تم کدھر بھاگو گے یہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لئے ہدایت کی کتاب ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴿۱۷۵﴾ (النساء ۴۔۱۷۴تا۱۷۵)

لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حجت آ چکی اور ہم نے پھیلی ہوئی صاف روشنی تمہاری طرف اتار دی پس جو لوگ اللہ پر ایمان رکھیں گے اور اس روشن حجت پر مضبوط جمے رہیں گے اللہ اُنکو اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور اپنے فضل سے ان کو صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائے گا۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ (ال عمرٰن ۳۔۷)

وہی ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی اس میں پختہ آیات ہیں وہی اصلِ کتاب ہیں یعنی محکم آیتیں وہ ہیں جو ایک ہی معانی میں اٹل ہیں اور دوسری متشابہات ہیں یعنی ملتے جلتے معانی کا احتمال رکھتی ہیں پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تا کہ فتنہ پیدا کریں اور ان کی تاویل نکالیں حالانکہ ان کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ اُن کا تعلق اس علم سے ہے جہاں انسانی علم وحواس کی رسائی نہیں اور جو لوگ علم میں پکے اور عقیدہ میں راسخ ہیں وہ متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے وہ کہتے ہیں ہم اُن پر ایمان رکھتے ہیں، کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے پرورگار کی طرف سے ہے۔

محکم وہ آیات ہیں جن کا مفہوم متعین کر دیا گیا ہے جس کے کوئی دوسرے معنی نہیں ہوسکتے اگر سمجھنے میں اختلاف ہو تو ان کی تفاصیل سے جو دیگر آیاتِ قرآنی میں کی گئی ہیں اُن کے اصلی مفہوم کی قطعی طور پر تعین ہوسکتی ہے جیسے توحید و رسالت اور امر ونواہی اور حلال وحرام کے احکام جو بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور

متشابہ وہ آیات ہیں جن میں تمثیلی بیانات ہیں اور وہ مطالب وحقائق ہیں جن کا ادراک علم وحواس سے نہیں ہوسکتا جیسے اللہ کی ذات و صفات ، عالمِ آخرت ، عذاب وثواب وغیرہ اگر کوئی کج فہمی سے ان مطالب وحقائق کی کاوش کرے تو طرح طرح کے مباحث وشکوک میں پڑ سکتا ہے پس جو لوگ راسخ العقیدہ ہوتے ہیں وہ محکمات کو اصل سمجھتے ہیں کہ عمل وہدایت کے لئے کافی ہیں اور جو لوگ کج فہم ہیں وہ متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تا کہ فتنہ پیدا کریں اور ایمان والوں کے یقین میں خلل ڈال دیں۔

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ (ال عمران ۳۔۱۹)

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے باوجود علم کے یعنی یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ کتاب میں سب امور دین وشریعت تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں محض آپس کی ضد کی وجہ سے مذہب میں اختلافات ڈال رکھے ہیں۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۝۴۹ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝۵۰ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝۵۱ؕ (المدثر ۷۴۔۴۹ تا ۵۱)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۴۰ (القمر ۵۴۔۱۷)

ان کو کیا ہو گیا ہے کہ قرآن سے اس طرح منہ پھیر کر بھاگتے ہیں جیسے گدھے شیر سے گھبرا کر بھاگے ہوں۔ ہم نے سمجھنے کے لئے قرآن کو آسان کر دیا ہے کوئی ہے سمجھنے والا۔

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝۱۳ (سبا ۳۴۔۱۳)

اور میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں۔

اکثر سلیم الطبع اشخاص دریافت کیا کرتے ہیں کہ امت مسلمہ میں اختلاف و افتراق کا اصلی باعث کیا ہے اور کس طرح یہ خرابی دور ہوسکتی ہے۔

غور کرنے سے اختلاف و افتراق کا سبب صرف شیطان کی شرارت سمجھ میں آتا ہے کیونکہ اس نے آدم زاد کو راہِ راست سے بھٹکانے کی قیامت تک کے لئے مہلت مانگی ہے۔ کتاب اللہ کے موجود ہوتے امت میں اختلاف و افتراق کا فتنہ محض شیطانی تصرفات اور اثر اندازیوں کا ہی نتیجہ ہوسکتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔

"خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ"

چنانچہ اس ارشاد مبارک کے بموجب زمانۂ باسعادت کے بعد خلیفۂ اوّل و دوم کے زمانہ تک شیطان کو رخنہ اندازی کا موقع نہ مل سکا، جب خیر کا دوسرا اور تیسرا دور گزر چکا تو شیطان نے بعض اہلِ علم کے قلوب میں تصرف شروع کیا اور عقائد و اعمال میں تغیر نمودار ہوا۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۲۰

(سبا ۳۴۔۲۰)

اور البتہ ابلیس نے جو گمان آدمزاد کی بابت کیا تھا اُسے سچ کر دکھایا پس سب لوگ اس کے متبع ہو گئے یعنی شیطان کے بہکاوے میں آکر گمراہ ہوگئے مگر مومنین کا ایک گروہ گمراہی سے بچا رہا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ط (ص ۳۸۔۲۴)

جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے یعنی راہِ راست پر رہے وہ بہت کم ہیں۔

وہ فرقہ جو اغوائے شیطان سے بچا رہا مومنین صالح الاعمال کا تھا۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ
(ابراھیم ۱۴۔۲۷)

جو لوگ سچے مومن ہیں ان کو اللہ ثابت قدم رکھتا ہے قولِ ثابت پر اس دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

قول ثابت سے مراد کتاب اللہ ہے۔

هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ (الانعام ۶۔۱۵۵)

اور یہ کتاب جسکو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے پس اسی کی پیروی کرو۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ (النحل ۱۶۔۸۹)

اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں ہر مسئلہ کی تشریح ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت اور بشارت ہے۔

جن لوگوں نے قرآن مجید کو مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت اور بشارت سمجھا اور اس قول ثابت پر مضبوطی سے جمے رہے اُن پر شیطانی تصرف اثر انداز نہ ہوسکا ایسے لوگوں کی تعداد ہمیشہ کم رہتی ہے زیادہ لوگ شیطان کی اثر اندازی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ تیسرا قرنِ خیر ختم ہوتے ہی اختلاف و افتراق کی داغ بیل پڑنا شروع ہوگئی، بعض اہل علم کے قلوب میں خدشات نے جگہ پکڑی اپنے خیالات و قیاسات کے مطابق احکاماتِ قرآنی اور تعلیمات نبوی کی تاویلیں کرنے لگے اور اپنی تاویلات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ان احادیث و روایات کو شہرت دینے لگے جن سے اپنے موضوعہ مسائل کی کچھ موافقت ہوتی تھی رفتہ رفتہ عام طور سے لوگوں میں کتاب اللہ کی طرف ذوق

ومیلان کم ہونے لگا اور روایات کی طرف رغبت بڑھنے لگی۔

اہل حق نے حَسْبُنَا کتاب اللہ کی صدا بلند کی سنجیدہ ہستیاں تو سنبھل گئیں مگر عام میلان لوگوں کا روایات ہی کی طرف رہا۔

محققین علمائے حدیث نے جب موضوعات کی کثرت دیکھی تو صدق و کذب کی جانچ کے لئے معیار مقرر کیا اور حدیثوں کے درجے قائم کئے۔

موضوعات میں رنگ آمیزیوں اور دلچسپیوں کا اتنا مواد بھر دیا گیا تھا کہ عام طور سے لوگوں نے قرآن مجید کو تو باوجود دعوائے ''تفصیلاً لکل شیٍٔ'' مجمل قرار دے کر محض ایصال ثواب یا وظیفہ خوانی کے لئے تلاوت کی چیز سمجھی اور روایات کی طرف جٹ گئے۔

محدثین نے جمع حدیث کے وقت جہاں تک اُن سے ہوسکا موضوعات کو خارج کیا پھر بھی صحاح میں بکثرت احادیث ایسی موجود ہیں جو معیار صحت پر پوری نہیں اترتیں اور یہی حدیثیں وجہ نزاع اور ان ہی مشتبہ احادیث نے اختلاف و افتراق کا میدان ہموار کر رکھا ہے۔

روایات کی کثرت اور اختلافات کی شدت سے اکثر لوگ گھبرانے لگے ہیں اور روایات حدیث ہی کو افتراقِ امت کا سبب سمجھ کر انکارِ حدیث کی طرف مائل ہونے لگے ہیں چنانچہ

بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ قرآن مجید جیسی کامل و مکمل کتاب کی موجودگی میں جس میں دین و شریعت کی تمام و کمال تعلیمات ہیں اور جس کے ایک ایک لفظ کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے اور جس کی حفاظت کا خود اللہ عزوجل نے وعدہ فرمایا ہے جس میں ایک حرف اور ایک نقطہ بھی نہ کوئی بڑھا سکتا ہے نہ گھٹا سکتا ہے ہم

روایتوں کے چکر میں کیوں پڑیں جو محض ظنّی ہیں اور جن میں بیشمار موضوعی ہیں اور جن کی حفاظت کا کوئی آسمانی وعدہ بھی نہیں ہے۔

ان اصحاب کو معلوم ہونا چاہئے کہ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت معلم کی ہوتی ہے جو کتاب اللہ کے احکام پر خود عمل کر کے امت کو عملی تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآن مجید کے جملہ احکام پر خود عمل کر کے امت کو راہِ عمل بتائی، آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ قرآن مجید کی عملی اور قولی تفسیر ہے۔ ان ہی اعمال و اقوال کے بیان کو حدیث کہتے ہیں یہ سرمایہ بسلسلہ روایت امت مسلمہ میں منقول ہوتا چلا آرہا ہے یہ سچ ہے کہ بے شمار موضوعی حدیثیں بعض خودغرض منافق اور بدباطن یا خوش عقیدہ لوگوں نے مختلف مقاصد اور مختلف وجوہ کی بنا پر اضافہ کر دی ہیں جس سے امت مسلمہ کی وحدتِ ملّی پارہ پارہ ہوگئی اور بہت فرقے پیدا ہوگئے۔

محقق علماء اور ائمہ حدیث نے علم الاسناد اور فن رجال مدون کر کے کذب وصدق کے جانچ کا معیار مقرر کر دیا ہے جس پر احادیث کو پرکھا جاتا ہے محض اس بنا پر کہ احادیث صحیح کے ساتھ موضوعات بھی مخلوط ہیں سرے سے حدیث ہی کو بے ضرورت چیز سمجھ لینا نادانی ہے۔

قرآن فہمی کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات طیبہ اور خلفائے راشدین کے زمانہ خلافت کے حالات جاننا ضروری ہیں تاکہ قرآن مجید کے وہ مطالب جو اعمال سے متعلق ہیں جیسے عبادات ومجاہدات، حقوق وفرائض، اخلاق و معاملات، معاشرت ومعیشت اور حدود حلال وحرام صحیح طور سے سمجھے جاسکیں اور یہ معلومات احادیث صحیحہ ہی سے ہوسکتی ہے اور اگر حدیث کو غیر ضروری چیز سمجھا

جائے تو پھر قرآن مجید کو صحیح طور سے سمجھنا بغیر کسی غیبی تائید کے ممکن نہیں ہے۔

بیشک کتاب اللہ میں ہر وہ چیز مفصل موجود ہے جس کا تعلق دین و شریعت اور نجات اُخروی سے ہو اور یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے کہ ہر وہ شخص جس میں ذوق سلیم اور طلب صادق ہو قرآن مجید کو سمجھ سکتا ہے مگر احکام کی تعمیل کا صحیح طریقہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور صحابہ کرام کے معمولات و احوال ہی سے سمجھ میں آ سکتا ہے اور یہ معلومات بغیر حدیث کے ممکن نہیں۔

چند سال قبل حج کے زمانہ میں جب کہ اطراف عالم کے علماء کا اجتماع تھا اس ضرورت کا اظہار کیا گیا تھا کہ چند اصحاب متفقہ سعی سے صرف احادیث صحیحہ انتخاب کر کے ایک مجموعہ میں جمع کر لیں، اس اہم ضرورت کا سب نے اعتراف کیا مگر اس مشکل کام کی انجام دہی پر کسی نے آمادگی ظاہر نہیں کی کیونکہ یہ اہم کام ایک شخص کے بس کی بات نہیں۔

اگر اہل حق علماء کی کوئی جماعت متفقہ سعی سے یہ خدمت انجام دے تو یہ مجموعہ مرتب ہوسکتا ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہوگی جسے تسلیم و قبول کرنے میں امت مسلمہ کے کسی فرقہ کو بھی عذر نہ ہوگا اور بڑی حد تک نزاع کی بیخ کنی ہو جائے گی۔

احادیث صحیحہ

محقق علماء نے احادیث شریفہ کے تین درجے قرار دئے ہیں۔

(۱) اول درجہ میں من حیث روایت ''مرفوع'' ہے۔ متصل یا مسند ہونا شرط ہے اور من حیث راوی ''صحیح'' ہے جس کا متواتر یا مشہور ہونا شرط ہے۔

(۲) دوم درجہ میں من حیث روایت ''موقوف'' ہے اور من حیث راوی

''حسن'' ہے۔

(۳)سوم درجہ میں من حیث روایت ''مرسل'' ہے اور من حیث راوی ''ضعیف'' ہے۔

اول درجہ کی حدیثیں متفق علیہ ہیں اور دوم و سوم درجہ کی مختلف فیہ

''مرفوع'' وہ حدیث ہے جو خاص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول یا فعل ہو۔ اگر راویوں کے نام مذکور ہوں تو مسند ہے اگر سلسلہ لگاتار پہنچتا ہو تو متصل ہے سلسلہ نہیں پہنچتا تو منقطع ہے۔

''صحیح'' وہ حدیث ہے جس کے راوی اول سے آخر تک ثقہ اور متقی ہوں تدین اور صدق مقال کے لئے مشہور ہوں کبھی کسی بُرائی کے ساتھ متہم نہ ہوئے ہوں۔

''متواتر'' وہ حدیثیں ہیں جن کو زمانہ باسعادت سے مسلسل ہر ایک زمانہ میں علماء دین نے بالاتفاق بغیر کسی جرح وقدح کے قبول کر لیا ہو اور مشہور وہ حدیثیں ہیں جو متواتر تو نہیں ہیں مگر بالاتفاق صحیح ومستند تسلیم کر لی گئی ہیں۔

جملہ مرفوع (مسند ومتصل) اور صحیح (متواتر ومشہور) احادیث چھانٹ کر ایک مجموعہ میں جمع کر لی جائیں یہ مجموعہ ہر فرقہ کے مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہوگا۔

اب رہیں دوسرے اور تیسرے درجہ کی احادیث ان کے انتخاب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ مبارک کے مطابق عمل کیا جائے۔

سَتُكْثَرُ الْاَحَادِيْثُ بَعْدِيْ فَاِذَا رُوِيَ لَكُمْ حَدِيْثٌ عَنِّيْ فَاَعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللهِ فَمَا وَافَقَهٗ فَاقْبَلُوْهُ وَ مَا خَالَفَهٗ فَرُدُّوْهُ (بخاری)

عنقریب میرے بعد بہت حدیثیں روایت کی جائینگی تو جب کوئی حدیث

روایت کی جائے کہ میں نے یہ کہا تو اس کو کتاب اللہ کے آگے پیش کرو اگر موافق ہوتو قبول کرو اور مخالف ہوتو رد کرو۔

''**موقوف**'' وہ قول و فعل ہے جو صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے روایت کیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب نہ ہو۔

''**مرسل**'' وہ حدیث ہے جو تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرے اور ذکر صحابہ کا نہ کرے۔

موقوف ومرسل بھی من حیث سلسلہ مسندومتصل یا منقطع کی تقسیموں میں منقسم ہیں۔

''حسن'' وہ حدیث ہے جس کے راوی پرہیز گار ہوں اور حدیث کی اصلیت غیر مشتبہ ہو۔

''ضعیف'' وہ حدیث ہے جس کے راوی نیک لوگ ہوں۔

محقق علماء کے نزدیک موقوف و مرسل اور حسن وضعیف اگر قرآن مجید سے ان کی صاف وصریح تائید ہوتی ہوتو قابل قبول ہیں ورنہ مسترد۔ اسی طرح خبر احاد کے بارے میں بھی علمائے حق کی یہی رائے ہے۔

موضوعات کی ذیل میں بالحاظ روایت معللؔ مدرجؔ روایتؔ اور موضوعؔ ہیں۔ باعتبار راوی غریبؔ مضطربؔ معلقؔ اور شاذؔ ہیں۔

معللؔ وہ حدیث ہے جو بظاہر عیوب سے پاک معلوم ہوتی ہے مگر اس میں پوشیدہ طعن یا ہجو ملیح ہو۔

مدرجؔ وہ حدیث ہے جس میں کسی راوی کا قول ہو اور اس کو روایت حدیث گمان کیا جائے۔

روایتؔ وہ حدیث ہے جو بطور حکایات بیان کی گئی ہو۔

موضوعؔ وہ حدیث ہے جو کسی نے خود وضع کر کے آنحضرت ﷺ سے منسوب کر دی ہو۔

غریبؔ وہ حدیث ہے جس کے راویوں میں سے کسی نے بھی بجز ایک دو حدیث کے روایت نہ کی ہو۔

مضطربؔ وہ حدیث ہے جس میں روایت مختلف ہو یعنی کوئی کسی طرح روایت کرے کوئی کسی طرح۔

معلقؔ وہ حدیث ہے جس کے اسناد کے شروع میں سے ایک یا دو راوی چھوڑ دئے جائیں۔

شاذؔ وہ حدیث ہے جس کو کوئی ثقہ شخص عام لوگوں کی روایت کے خلاف بیان کرے اس کو منکرؔ بھی کہتے ہیں۔

اہل حق و تحقیق کے نزدیک دوم وسوم درجہ کی حدیثوں پر اور خبر احاد پر کوئی مذہبی عقیدہ مبنی نہیں ہوسکتا اسی طرح اول درجہ کی حدیثوں میں سے مشہور حدیثوں میں بھی اکثر حدیثیں تنقیح و تنقید طلب ہیں ورایتاً ان کی جانچ پرکھ ضروری ہے۔

محققین علماء اور آئمہ حدیث نے چند اصول حدیثوں کے مشتبہ اور نامعتبر ہونے کے بیان کئے ہیں ان کے مطابق پرکھنے سے معتبر اور غیر معتبر کی جانچ ہوتی ہے۔

چنانچہ محدثین کے نزدیک موضوعات یہ ہیں:۔

١۔ وہ حدیث جو صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہو۔

٢۔ وہ حدیث جو اجماع قطعی کے خلاف ہو۔

۳۔ جو عقل کے خلاف ہو۔

۴۔ جو مشاہدہ کے خلاف ہو۔

۵۔ جو اصول مسلمہ کے خلاف ہو۔

۶۔ جس کے الفاظ رکیک ہوں۔

۷۔ جو انبیاء کے کلام سے مشابہت نہ رکھتی ہو۔

۸۔ جس میں معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو۔

۹۔ معمولی کام پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہو۔

۱۰۔ جس میں فضول باتیں ہوں۔

وضع حدیث کے وجوہ بہت ہیں منجملہ ایک یہ بھی ہے کہ اہل تصوف نے اپنے معتقدات و معمولات کو مسنون ثابت کرنے کے لئے احادیث وضع کیں یا صوفیانہ مذاق رکھنے والوں نے لوگوں میں وظیفہ خوانی کا شوق پیدا کرنے کے لئے قرآن مجید کی سورتوں کے الگ الگ فضائل کی حدیثیں وضع کیں۔ بعض منافق لوگوں نے ہجو ملیح کے پیرایہ میں حدیثیں وضع کیں، بعض نو مسلم یہودیوں نے اسرائیلی روایات کو حدیث کا جامہ پہنایا۔ اطراف عالم کے بعض نو مسلموں نے اپنے موروثی اور آبائی طور وطریق پر قیاس کر کے احکام و مسائل کی حدیثیں وضع کیں، غرض وضع حدیث کے بہت وجوہ ہیں اور موضوعی حدیثیں بیشمار ہیں۔

اہل حق علماء نے ہر اس حدیث کو جو صریح قرآن کے خلاف ہو یا عقل سے اس کی کوئی تاویل نہ ہوسکتی ہو موضوعات میں شمار کیا ہے اس قسم کی بکثرت حدیثیں صحاح میں موجود ہیں موضوعی حدیثیں زیادہ تر واعظین و مبلغین نے محافل ومجالس کی گرما گرمی اور حاضرین و سامعین کی دلچسپی کے لئے وضع کی ہیں۔ بغداد

میں ایک واعظ نے یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن اللہ اپنے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا امام ابن جریر طبری نے سنا تو بہت برہم ہوئے اور اپنے دروازے پر یہ فقرہ لکھ کر لگا دیا۔ ''اللہ کا کوئی ہم نشین نہیں''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے جب یہ حدیث بیان کی گئی کہ لوگوں کے نوحہ کرنے سے مُردے پر عذاب ہوتا ہے تو انہوں نے اس حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کیا اور اس بنا پر حدیث کی صحت سے انکار کیا کہ قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ (فاطر ۳۵۔۱۸)

اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

یعنی نوحہ کرنے والوں کی غلطی کی پاداش مُردے کو ملنا خلاف قانون اور خلاف عقل و انصاف ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بندر نے زنا کیا تھا دوسرے بندروں نے جمع ہو کر زانی بندر کو سنگسار کیا۔ ابن عبدالبر محدث نے اس حدیث سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ جانور شریعت سے مکلف نہیں ہیں ان کے فعل پر نہ زنا کا اطلاق ہوسکتا ہے نہ حد قائم کی جاسکتی ہے۔

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت آدمؑ کا قد ساٹھ گز کا تھا، ابن حجر محدث نے اس حدیث کی صحت سے اس بنا پر انکار کیا کہ عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ تین دفعہ جھوٹ بولے تھے، امام رازیؒ نے اس حدیث سے اس بنا پر انکار کیا کہ جھوٹ بولنا انبیاء کی شانِ رسالت کے خلاف ہے۔

اسی طرح کی بکثرت حدیثیں کتب صحاح میں موجود ہیں۔ اگر ایک ایسا مجموعہ جس میں مرفوعؔ وصحیحؔ احادیث ہوں مرتب ہو جائے تو امت مسلمہ کی بڑی ضرورت پوری ہوگی اور فرقوں کی باہمی منافرت و مخالفت میں بڑی حد تک کمی ہو جائیگی۔ کیونکہ موضوعات ہی کی بنا پر فرقے باہم دست و گریباں ہوتے رہتے ہیں۔

عمل متواتر

احکاماتِ قرآنی کی تعمیل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس طرح کی اس کی عملی اتباع زمانہ باسعادت کے سب مسلمان کرتے رہے۔

دوسری صدی میں جب غیر عرب مسلمانوں کی کثرت ہوئی تو ان عجمی نو مسلموں نے اپنے قدیمی رسم و رواج اور آبائی طور وطریق کو جس کے وہ عادی تھے اسلامی سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا۔

بعض علماء نے اصلاح حال کا قصد کیا اور فقہ کی بنیاد ڈالی اپنے قیاس اور اپنے اجتہاد سے کھوٹے کھرے کو پرکھا اور ایک صحیح راستہ اپنی رائے میں قائم کیا، رایوں اور قیاسوں میں اختلاف ہونا ضروری تھا۔ اس اختلاف کی وجہ سے فرقہ بندی کا آغاز ہوا۔ جس مجتہد کے جو لوگ متبع ہوئے وہ امتیاز و شناخت کے لئے مجتہد کو اپنا امام مان کر اس کے نام یا لقب سے اپنے فرقہ کو موسوم کرنے لگے۔

صحابہ کرامؓ میں سے وہ حضرات جو طریقت کی تعلیم کی غرض سے سب سے الگ ہو کر زیر سایۂ نبوت چلہ کشی کرتے تھے اور اصحاب صُفّہ کے لقب سے مشہور تھے اپنے متبعین کو صرف احکاماتِ قرآنی پر ہی چلنے کی ہدایت کرتے رہے چنانچہ آج تک یہ سلسلہ بھی بغیر کسی غیر اسلامی آمیزش کے صحت و سند کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔

یہ ہی اعمال جو بلا اختلاف زمانہ باسعادت سے مطابق قرآن وسنت چلے آرہے ہیں عمل متواتر ہیں ان اعمال متواترہ میں بھی امتداد زمانہ کے باعث تغیر و تبدل کا امکان ہے اس لئے کسی عمل متواتر کو قبول کرنے سے قبل ضروری ہے کہ قرآن کے آگے پیش کیا جائے اگر قرآن حکیم سے صاف وصریح تائید ہو تو قابلِ قبول ہے ورنہ مسترد۔

مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ (النساء ۴-۱۱۵)

جوکوئی رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کو ہدایت قرآنی مل چکی ہو اور وہ مومنین کی راہ کے سوا کوئی دوسری راہ چلے تو جس راہ وہ چلا ہم اُس کو اسی راہ پر لے جائیں گے اور جہنم میں ڈال دیں گے۔

یہی سبیل المومنین ہے عمل متواتر جو اس کے خلاف کرے گا گویا اس نے سنت نبوی سے انحراف کیا اور اس اختلاف کا ماحصل جہنم ہے۔معاذ اللہ

پس عمل متواتر وہ سبیل المومنین ہے جس کی تائید قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے۔

اہل سنّت والجماعت

اصحابِ طریقت جن کو صلحاء، اتقیاء، ازکیاء، اصفیا اور اولیاء کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے وہ لوگ ہیں جو امورِ دین میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں رکھتے نہ فضول مباحث میں وقت برباد کرتے نہ بے نتیجہ و لا یعنی امور کے گردیدہ ہوتے، حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے بندوں پر جو کچھ فرض کیا ہے اور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے عمل سے جن امور کو واجب قرار دیا ہے اس پر بغیر چوں و چرا اور بغیر ردوقدح عمل کرتے ہیں، ان کے نزدیک اصل دین کتاب اللہ ہے اور واجبات وسنن کتاب اللہ کی عملی تفصیل ہیں۔ اصحابِ طریقت کے نزدیک ایسے اعمال قابل قبول ہیں جو بطور عمل متواتر ثابت ہوں اور محقق ومستند ہوں اس بات کو نہ دیکھا جائے کہ فقہا و ائمہ نے ان اعمال کے بارے میں اختلاف کیا ہے یا متفق ہیں، فقہا و ائمہ کا اختلاف رائے راستی پر مبنی ہے جو اپنی تحقیق کی بنا پر واقع ہے۔

جو بات اپنی دانست میں زیادہ اطمینان بخش معلوم ہو اور بطور عمل متواتر ثابت ہو اور قرآن حکیم سے پوری پوری تائید ہوتی ہو اسی کو اختیار کرنا چاہئے۔ ظنّیات و قیاسات اصحابِ طریقت کے نزدیک باطل میں داخل ہیں۔

اصحابِ طریقت ان تمام واجبات وسنن کو جو عمل متواتر سے ثابت ہیں قرآن حکیم کے سامنے پیش کرتے ہیں ان کی دانست میں جس عمل و امر کی تائید کلام اللہ سے ہوتی ہے اسی کو قبول کرتے اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔

وہ کسی فقیہہ ومحدث کسی امام وشیخ اور کسی عالم و عارف کی رائے کو قرآن اور حدیث صحیح کے مقابلہ میں وقیع اور قابل توجہ نہیں سمجھتے اصحابِ طریقت سچے موحد مسلم حنیف اور پکے اہل سنت والجماعت ہیں۔

اصحابِ صُفّہ

حضرت ختم الانبیاء ساری دنیا کے انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس لئے دنیا کے ہر گوشہ میں تبلیغ کی ضرورت تھی، دعوت کے لئے ایسے

اشخاص موزوں ہو سکتے ہیں جو علم دین سے صحیح طور پر واقف ہوں اور عملی طور پر تعلیمات دین کا صحیح نمونہ ہوں، چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی سے متصل ایک وسیع دالان درس و عمل کے لئے مخصوص فرمایا اور چند وہ لوگ منتخب فرمائے جن میں طلب صادق کے ساتھ ذوقِ سلیم بھی تھا، چنانچہ یہ جماعت درس قرآن کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن میں مشغول ہوئی، جو لوگ قرآن مجید کو حفظ کر لیتے اور کتاب اللہ کے مطالب کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوری طرح سمجھ لیتے تھے اور مجاہدات و ریاضات کے مراحل طے کر کے تعلیمات اسلام کا کامل نمونہ بن جاتے تھے ان کو تبلیغ و دعوت کے لئے اطراف میں بھیج دیا جاتا تھا، یہ لوگ اصحابِ صُفّہ کہلاتے تھے، زمانہ باسعادت میں چارسو (۴۰۰) اصحاب نے فراغت حاصل کی، سوائے کتاب اللہ کے کوئی درسی کتاب نہ تھی، خلفائے راشدین کے عہدِ خلافت میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا پھر جب اسلام کی روشنی دور دراز ممالک میں پھیل گئی تو اصحابِ صفّہ کے متبعین نے اپنے اپنے ملکوں میں درس و عمل کے ادارے قائم کئے یہ سب لوگ اہلِ سنت و الجماعت کہلاتے تھے اور ایک ہی طریقہ کے پیرو تھے۔

بعض لوگوں نے اہل سنّت و الجماعت کی کثرت اور داعیانِ اسلام کے فیوض و برکات سے متاثر ہو کر اپنے ادارے جداگانہ قائم کر لئے۔ اشراق وغیرہ سے اپنے مفید مطلب اعمال اخذ کر کے اور کچھ اپنی ذہانت سے خود ساختہ اعمال وضع کر کے راہبانہ طریقہ اختیار کیا، پہلے یہ لوگ اخوان الصفا کے نام سے مشہور ہوئے پھر اُن میں آگے چل کر بہت شاخیں ہوگئیں اور ہر شاخ ایک سلسلہ اور ایک طریقہ بن گئی اور اخوان الصفا خاندانوں اور خانوادوں میں منقسم ہوگئے۔

رہبانیت

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴿۲۷﴾ (الحدید ۵۷۔۲۷)

اور لذات ونعمات سے کنارہ کشی کی بدعت خود کھڑی کر لی ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر انہوں نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے یہ راہ نکالی تھی پھر نباہ نہ سکے ان میں سے جو لوگ سچے مومن تھے ان کو تو ہم نے اجر دیا اور زیادہ تعداد ان میں فاسق ہی ہیں۔

رہبانیت کی ابتدا یہود سے ہوئی ہے پھر نصرانیوں میں بھی پھیلی رہبانیت کا مقصد نفس کشی ہے اس کی تعلیمات میں ہر لذت اور ہر زینت کا ترک کرنا اولین فرض ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض اصحاب کرام نے درخواست کی تھی کہ ہم کو بھی راہبانہ طریقوں سے نفس کشی کرنے کی اجازت دی جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی درخواست سن کر اصحاب کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خود تمہارا تم پر حق ہے اگلے لوگ سخت گیری ہی سے ہلاک ہوئے انہوں نے اپنی جانوں پر تشدد کیا تھا۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ (البقرۃ ۲۔۱۹۵)

اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ

(الاعراف ۷۔۳۲)

زینت و آرایش اور پاکیزہ نعمتیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا؟

ترک حیوانات اور ترک لذات و نعمات تو ساحروں اور راہبوں کا طریقہ ہے جس کو بدعت و فسق کہا گیا ہے پس جو چیز بدعت ہو اور جس عمل کا مبنیٰ فسق ہو اس سے سوائے ضلالت و گمراہی کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

جو لوگ ذوق وطلب کی بنا پر اپنے اعمال کی اصلاح کے لئے مجاہدات کرتے ہیں اصحابِ طریقت کہلاتے ہیں جب اپنے ظاہر و باطن کو اسلامی اخلاق سے آراستہ کر لیتے ہیں اور عقائد و اعمال میں تعلیماتِ قرآن کے مطابق اتباع سنت نبوی کا صحیح نمونہ بن جاتے ہیں دعوت و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت پر مامور ہوتے ہیں۔

طریقت کی تعلیمات میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ خود کو فرقہ بندی سے دور رکھیں اور ہر مسلمان کو خواہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو اپنا بھائی سمجھیں اور اس کا احترام کریں اس کے عقائد و اعمال سے ہرگز تعرض نہ کریں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

کفر ست در طریقتِ ما کینہ داشتن

تبصرہ

چونکہ بندوں کو تفکر فی الخق کی ہدایت ہے اس لئے بندے ہزار ہا سال سے تخلیق سماوات وارض میں فکر کرتے رہے ہیں اور اپنے اپنے فہم و اوراک کے مطابق نتائج اخذ کرتے رہے ہیں اور اقرار کرتے رہے ہیں کہ یہ کارخانۂ کائنات بیکار وعبث نہیں ہے اور اللہ کی ذات بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے ہر عیب ونقص سے پاک ہے اور وہ سب صفات جن کے ساتھ اس کا وصف کیا گیا ہے اس کی ذات کے لئے ثابت ہیں بے شک وہ ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (یونس ۱۰۔۳)

بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝۵۴ (الاعراف ۷۔۵۴)

اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے مطابق کام پر لگے ہوئے ہیں، آگاہ رہو کہ اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم دینا برکت والا ہے اللہ جو رب ہے سب جہانوں کا۔

پانی

سب سے پہلی چیز جو امرِ الٰہی سے وجود میں آئی وہ سیّال مادّہ تھا جس میں ہوا اور مختلف اجزا شامل تھے اس مادّہ کو ''ماءٗ'' سے موسوم کیا گیا ہے جو عرش عظیم کے نیچے جوش و خروش کے ساتھ موجیں مار رہا تھا۔ عرش کے اور سیال مادہ کے درمیان کوئی اور چیز حائل نہ تھی، یہ جو کہا گیا کہ عرش پانی پر تھا اس سے یہ مطلب نہیں کہ پانی پر تیر رہا تھا بلکہ یہ مطلب ہے کہ پانی کے اوپر عرش کے سوا کچھ اور نہ تھا یعنی آسمان حائل نہ تھا۔

دخان

پھر بموجب امرِ الٰہی پانی سے بخارات نکل کر مثل دائرہ محیط ہو گئے اور ٹھوس مادہ رہ گیا جس سے زمین اور سات آسمان بنے۔

بخارات کے دخانی دائرہ کو جو زمین اور سات آسمان پر محیط تھا قدرت نے سماءٔ دنیا قرار دے کر کواکب و بروج سے مزین کر دیا۔

شعلہ

اور فضائے سماوی میں ایک بہت بڑا آتشیں شعلہ خلق فرما کر دنیا میں روشنی اور اجالا پیدا کر دیا اس آتشیں شعلہ کو ہم سورج کے نام سے موسوم کرتے ہیں، قدرت نے اس شعلہ آتشیں کو ایک مقررہ راہ پر چلا دیا ہے جس پر وہ اس انداز کے مطابق جو قدرت نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے چلا جا رہا ہے۔ قدرتِ کاملہ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس کی ایسی راہ مقرر کی ہے اور ایسا اندازہ قرار دیا

ہے کہ سات آسمان اور زمین اس سے روشنی اور حرارت حاصل کرتے رہتے ہیں اور دن رات کا اختلاف اور موسموں کا تغیّر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔

مشارق و مغارب یا مشرقین و مغربین سورج کے وہ مقاماتِ طلوع و غروب ہیں جو سرما و گرما میں بدلتے رہتے ہیں۔

خطِ استوا ایک خالی خط ہے جو زمین کے گرد وسط کرّہ میں فرض کرلیا گیا ہے جو زمین کو دو نصف حصوں میں تقسیم کرتا ہے جب یہ فرضی خط عین سورج کے مقابل ہوتا ہے تو ہر جگہ دن اور رات بارہ بارہ گھنٹوں کے ہوتے ہیں۔

زمین کے سات فرضی حصے قرار دئے گئے ہیں جن کو اقلیم کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اقلیم اوّل قطب شمالی ہے۔ اقلیم چہارم خط استوا ہے اقلیم ہفتم قطب جنوبی ہے، اقلیم دوم و سوم قطب شمالی اور خط استوا کے اوپر ہیں۔ اور اقلیم پنجم و ششم خط استوا اور قطب جنوبی کے مابین ہیں۔

اقلیم اول و ہفتم میں سب سے بڑا دن ۱۸ گھنٹے کا ہوتا ہے اور رات ٦ گھنٹے کی ہوتی ہے۔ اور سب سے چھوٹا دن ٦ گھنٹے اور رات ۱۸ گھنٹے کی ہوتی ہے۔

اقلیم دو و ششم میں سب سے بڑا دن ١٦ گھنٹے کا اور رات ۸ گھنٹے کی، اور سب سے چھوٹا دن ۸ گھنٹے کا اور رات ١٦ گھنٹے کی۔

اقلیم سوم و پنجم میں سب سے بڑا دن ١٤ گھنٹے کا اور رات ۱۰ گھنٹے کی، اور سب سے چھوٹا دن ۱۰ گھنٹے کا اور رات ١٤ گھنٹے کی۔

یہ خیال کہ قطبین میں چھ مہینے کا دن اور ٦ مہینے کی رات ہوتی ہے بعید از عقل وقیاس ہے۔

اقلیم چہارم میں دن رات برابر مانے جائیں اور جانبین کی اقلیموں میں سے

اقلیم سوم و پنجم میں دو دو گھنٹہ کا فرق مانا جائے اور اقلیم دوم و ششم میں استوا سے چار چار گھنٹے کا فرق تسلیم کیا جائے اور اقلیم اول و ہفتم میں گھنٹے اور دن اور ہفتے چھوڑ کر پورے چھے چھے ٦۔٦ ماہ کا فرق قبول کر لینا بہت بڑی تعجب خیز اور حیرت انگیز بات ہے۔

سات آسمان

چونکہ ہماری زمین سات آسمانوں کی مثل بنائی گئی ہے اس لئے سات آسمان بھی ہماری زمین کی طرح ٹھوس کرُے ہیں جن میں ہماری زمین کی طرح سب سامان زندگی ہیں مگر سات آسمانوں کو طبقہ وار یعنی پست و بلند ایک دوسرے سے اوپر نیچے بتایا گیا ہے اس لئے حالات میں کچھ فرق ہونا لازمی ہے سات آسمانوں کی مخلوق کے طبائع وامزجہ میں اور خواص میں ہماری زمین کے حالات سے جداگانہ وصف و کیفیت ہے اور اسی مناسبت سے وہاں سورج کی روشنی اور حرارت پہنچتی ہے جتنی کہ وہاں کی زندگانی کے لئے ضرورت ہے۔ اگر ہر آسمان میں جداگانہ خصوصیت اور مختلف کیفیت نہ ہوتی تو پھر سب کی علیحدہ علیحدہ تخلیق وجود میں نہ آتی بلکہ زمین اور سات آسمان سب ایک ہی ہوتے مگر چونکہ قدرت نے اس ملے جُلے مادہ سے جو سیال مادہ سے بخارات نکل کر سمائے دنیا بن جانے کے بعد زمین اور سات آسمان الگ الگ خلق فرمائے اس لئے ہر آسمان کی مخلوقات بھی جداگانہ وصف و خاصیت اور جداگانہ مزاج وطبیعت کی خلق فرمائی پس سات آسمانوں کی ہر چیز جداگانہ ہے، وہاں کے جمادات، نباتات، حیوانات سب ہماری زمین کے جمادات ونباتات وحیوانات سے مختلف ہیں وہاں کے لیل ونہار

وہاں کے موسم اور وہاں کے حالات بھی مختلف ہیں۔

سات آسمانوں کے بارے میں ہم کو صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ وہاں بھی جاندار ہیں، جب ساتوں آسمانوں میں جاندار ہیں تو ان کی زندگانی کا سرو سامان بھی ضروری ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سات آسمان طبقہ وار ہیں، جب طبقہ وار یعنی پست و بلند ہیں تو سورج سے ان کا فاصلہ بھی ان کی بلندی اور پستی کے مطابق ہوگا اور سورج کی روشنی اور حرارت بھی اسی اندازہ کے مطابق پہنچتی ہوگی۔

سات آسمانوں کی مثل ہماری زمین بتائی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سات آسمان بھی کرُّے ہیں جیسے زمین ایک کرُّہ ہے جب سات آسمان بھی کرہ ہیں تو ان کو آسمان کیوں کہا گیا؟

سما اس لئے کہا گیا کہ زمین سے بہت بلندی پر ہیں۔ فضائے سماوی میں ہونے کے سبب ان کو بھی سماوات کہا گیا ہے جیسے آسمان سے پانی کا برسنا کہا جاتا ہے حالانکہ پانی بادلوں میں سے برستا ہے مگر چونکہ بادل بلندی پر ہوتے ہیں فضائے سماوی میں گھومتے نظر آتے ہیں اس لئے ان کو بھی آسمان کہا گیا ہے ورنہ حقیقت میں آسمان تو ایک ہی ہے جس کو سقف محفوظ کہا گیا ہے جو چھت کی طرح زمین اور سات آسمانوں پر چھایا ہوا ہے جس میں کواکب و بروج ہیں اور یہ دھوئیں سے بنا ہے یعنی سیال مادہ کے بخارات سے

سورج، چاند، ستارے بھی فضائے سماوی میں چلتے نظر آتے ہیں۔ اس لئے ان کو بھی آسمان میں بتایا گیا ہے حالانکہ یہ سب آسمان سے بہت نیچے فضائے سماوی میں اُفق پر اپنے مقررہ راستوں پر چل رہے ہیں، آسمان میں تو کواکب و بروج ہیں جن کو ثوابت کہتے ہیں۔

ستارے

سات نجوم میں سے صرف دو کے نام ہم کو بتائے گئے ہیں طارق اورشعریٰ پانچ نام عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری، زحل، حکما و منجمین کے وضع کردہ ہیں۔

ان سات بڑے سیاروں کے ساتھ چھوٹے ستارے بھی ہیں جو اپنے اپنے مدار پر گردش کررہے ہیں، نظام شمسی کے ماتحت گردش کرنے والوں کی تعداد ۴۰۶ ہے۔ آیۃ کریمہ ''كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾'' (یٰسین ۳۶۔۴۰) کے عدد ۴۰۶ ہیں۔ پس افلاک میں تیرنے والے یعنی دوائر پر گھومنے والے چارسو چھ ہیں جن میں ایک زمین اور سات بڑے نجوم کے سوا ۳۹۶ چھوٹے کرے ہیں، سورج اور چاند بھی فلک میں گردش کررہے ہیں اس لئے تیرنے والوں میں یہ بھی شامل ہیں۔ اس طرح سب گردش کرنے والے یا فلک میں تیرنے والوں کی تعداد ۴۰۶ ہوتی ہے۔

مریخ سے آگے چھوٹے چھوٹے سیکڑوں ستارے گردش کررہے ہیں، مشتری کے ساتھ چار سیارے گھوم رہے ہیں زحل کے ساتھ آٹھ سیارے گردش میں ہیں، اسی طرح طارق اور شعریٰ کے ساتھ بھی متعدد سیارے گردش کررہے ہیں، زہرہ اور زمین کے بیچ میں چاند ہے، چاند کی روشنی عطارد تک پہنچتی ہے سورج اور چاند کے علاوہ آسمان پر ہم کو چشم ظاہر سے جو روشن ستارے نظر آتے ہیں ان میں ۲۹۱ ستارے ثوابت ہیں جن کے اجتماع سے بروج بنے ہیں اور سات بڑے ستارے وہ نجوم ہیں جو گردش میں ہیں۔ جس کے ساتھ ۳۹۶ چھوٹے سیارے بھی گردش کررہے ہیں۔

ستارے دو قسم کے ہیں نجوم اور کواکب

نجوم وہ سیارے ہیں جو گردش کر رہے ہیں اور کواکب وہ تارے ہیں جو آسمان میں جڑے ہوئے ہیں یا لٹک رہے ہیں اُن کی تعداد اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

نجوم بھی دو قسم ہیں ایک وہ ہیں جو فلک میں تیر رہے ہیں، یہ تیرنے والے دو گردشیں کرتے ہیں ایک تو خود اپنے ہی گرد اور دوسری اپنے سے کسی بڑے سیارے یا سورج کے گرد یہ سب تیرنے والے یا سیر کرنے والے سیارے ہیں۔

نجوم کی دوسری قسم وہ ہے جن کی ایک گردش ہے یہ صرف اپنے ہی گرد گھومتے رہتے ہیں فلک میں نہیں تیرتے ان کو ستارے کہتے ہیں۔ یہ آسمان کی زینت ہیں اور چشم ظاہر سے نظر آتے ہیں ان کی تعداد ۳۲۲۰ ہے مطابق اعداد آیۃ کریمہ

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ (فصلت ۴۱۔۱۲)

اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے مزین کیا اور (شیطانوں سے) محفوظ رکھا۔ یہ زبردست (اور) خبردار کے (مقرر کئے ہوئے) اندازے ہیں

یہ تین ہزار دو سو بیس ۳۲۲۰ ستارے زمین کی گردش کے سبب ایک ہی وقت میں سب نظر نہیں آتے، غروب آفتاب کے بعد سے طلوع آفتاب تک جو ستارے نظر آتے ہیں ان کی تعداد ۲۰۷۷ ہے مطابق عدد آیۃ کریمہ

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾

(الحجر ۱۵۔۱۶)

اور ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اُس کو سجا دیا

اور جو ستارے غروب سے طلوع تک رات کے ہر حصہ میں بیک وقت نظر آتے ہیں ان کی تعداد ۱۲۷۰ ہے مطابق عدد ''لِلنّٰظِرِیْنَ'' اور جو ستارے آلات کی مدد سے نظر آتے ہیں وہ خارج از شمار ہیں کیونکہ ان کو ہر شخص نہیں دیکھ سکتا نہ وہ چشم ظاہر سے نظر آسکتے۔

اہلِ نظر نے آلات کے ذریعہ سے اور اہلِ بصر نے مکاشفات کے ذریعہ سے مشاہدہ کیا کہ زمین اپنے ہی گرد چکر کھا رہی ہے اور اسی طرح چکر کھاتی ہوئی سورج کے گرد گھوم رہی ہے، چونکہ زمین کو سات آسمانوں کی مثل کہا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سات آسمان یعنی ساتوں کرّے بھی مثل زمین کے اپنے محور پر اپنے ہی گرد گھوم رہے ہیں اور اسی طرح گھومتے ہوئے سورج کے گرد بھی گردش کررہے ہیں اور اس حرکت سے اختلاف لیل و نہار، موسموں کا تغیر تبدل، روشنی اور حرارت کا ظہور ہورہا ہے۔

سورج

سورج ہماری زمین یا سات آسمانوں کی مثل نہیں ہے بلکہ وہ ایک بہت بڑا دہکتا ہوا شعلہ ہے جس میں آتشیں سمندر موجیں مار رہا ہے، ہمیں سورج کے بارے میں صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ وہ قدرت کی ایک بڑی زبردست اور روشن نشانی ہے جس سے زمین اور سات آسمان حرارت، قوت، اور روشنی حاصل کرتے ہیں گویا ایک سرچشمہ حیات ہے جس سے کائنات کی ہر چیز میں زندگانی اور تروتازگی ہے، یہ آتشیں شعلہ فضائے سماوی میں اپنے مقررہ راستہ پر چل رہا

ہے اور غالب علم وحکمت والے کی ٹھیرائی ہوئی تقدیر پر مع اپنے پورے نظام کے چلا جارہا ہے۔

سات آسمان سات کرّے ہیں جو فضائے سماوی میں اپنے مقررہ رستہ پر چل رہے ہیں، یہ مقررہ راستے وہ دوائر ہیں جن کو افلاک کہا گیا ہے، چھوٹے بڑے کل افلاک ۴۰۶ ہیں۔ ہر کرّہ کی گردش ایک دائرے پر ہے بروج ہر کرہ کی رہنمائی کرتے ہیں تا کہ کرہ اپنے دائرہ سے بھٹک نہ جائے۔ "بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا" (الحجر ۱۵۔۱۶) کے ۲۹۱ عدد ہوتے ہیں۔

۲۹۱ ستاروں کے اجتماع سے مختلف شکلیں بن گئی ہیں یہی بروج ہیں شکلوں کی مناسبت سے حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت، بارہ فرضی نام رکھ لئے گئے ہیں۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ (الحجر ۱۵۔۱۶)

اور البتہ ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے ہم نے آسمان کو آراستہ کیا۔

آسمان پر برج کے علاوہ کواکب کے جھرمٹ سے بہت سی شکلیں بن گئی ہیں جن کے فرضی نام حکما ونجمین نے اپنی اپنی زبانوں میں وضع کر لئے ہیں۔

بکھرے ہوئے کواکب سے اہلِ نظر نے بے شمار قیاسی نقوش وخطوط اور مثلث، مربع، مخمس، مسدس وغیرہ اقلیدسی شکلیں بھی مرتب کی ہیں بعض دقیقہ رس محققین ومبصرین نے کواکب کی قطاروں اور جھرمٹوں سے کچھ ایسے نقاط، لکیریں، نشانات اور حروف بھی اخذ کئے ہیں، جن سے سربستہ رازوں کا انکشاف ہوتا ہے۔

غرض آسمان ایک ایسا صحیفۂ قدرت ہے جس میں اہلِ نظر کو بہت علوم وفنون

بہت رموز و کنوز بہت عجائب و غرائب مکشوف ہوتے ہیں۔

سمائے دنیا کے نیچے آفاق میں بڑے افلاک دس ہیں، سات افلاک سات نجوم کے، دو فلک شمس و قمر کے ایک فلک زمین کا اور ۳۹۶ چھوٹے افلاک ہیں۔ سات نجوم اور ایک زمین سورج کے گرد گھومتے ہیں اور چاند زمین کے گرد گھومتا ہے اور سورج ان سب کو اپنے سات لئے ہوئے اپنے مستقر اصل کی طرف جارہا ہے۔

وَالشَّمۡسُ تَجۡرِىۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ؕ﴿۳۸﴾

(یٰسین ۳۶۔۳۸)

اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ (خدائے) غالب اور دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے

چاند

چاند بھی مثل ہماری زمین یا سات آسمان کے نہیں ہے، چاند کے بارے میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ ایک عجیب نشانی قدرت کی ہے۔ چاند کی منزلیں مقرر ہیں یہ اپنی منزلوں میں مقررہ اندازہ کے بموجب زمین کے گرد گھومتا رہتا ہے اس کے گھٹنے بڑھنے سے تاریخ اور مہینہ کا شمار ہوتا ہے اگر چاند نہ ہوتا تو زمانہ کی مدت کا معیار مشکل تھا۔

عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ (التوبہ ۹۔۳۶)

مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں اسی دن سے جبکہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیا۔

چاند بھی فضائے سماوی میں یعنی آفاق میں یا فلک میں اپنی مقررہ منزلوں میں گردش کررہا ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾

(یٰسین ۳۶-۳۹)

اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کردیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔

چونکہ چاند بھی فضائے سماوی میں ہے اس لئے اس کو آسمان میں کہا گیا ہے ورنہ درحقیقت آسمان میں تو کواکب و بروج ہیں جو زمین، سات آسمان، سورج، چاند اور ستاروں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

فضائے سماوی میں سورج اور چاند کے علاوہ سات بڑے سیارے ہم کو نظر آتے ہیں یہی وہ سات کرّے ہیں جن کو سات آسمان کہا گیا ہے۔ آٹھواں کرّہ ہماری زمین ہے۔

آفاق کی ہر بلندی سماء ہے، سات سیارے بھی زمین سے بہت بلندی پر آفاق میں ہیں اس لئے یہ بھی سماء ہیں، بادل بھی بلند ہوتے ہیں، اس لئے یہ بھی سماء ہیں۔ لغت میں گھوڑے کی پیٹھ کو بھی سماء کہا گیا ہے، شامیانہ اور سائبان کو بھی سماء کہتے ہیں۔

سمائے دنیا کے نیچے فضا میں سورج کے گرد آٹھ کرّے گردش کررہے ہیں ایک زمین اور سات آسمان، پھر ہر کرّے کے ساتھ متعدد سیارے گردش کررہے ہیں اور یہ سارا کارخانہ نظام شمسی کے نام سے موسوم ہے۔

سورج ایک بہت ہی بڑا آتشیں شعلہ ہے جو قدرت کی ایک بڑی زبردست

روشن نشانی ہے۔ سورج کے گرد آٹھ کرّ ے ، ہر کرّ ے کے ساتھ متعدد سیارے گردش کررہے ہیں۔

سورج بھی گردش میں ہے ایک گردش تو اس کی خود اپنے گرد ہے جو ہمارے زمینی شمار سے ایک ہزار ماہِ قمری کے برابر ہے یہ عالم شمس کا ایک دن ہے دوسری گردش سورج کی اپنے مستقر کی طرف ہے۔

سورج اپنے محور پر گھومتا ہوا یعنی اپنے گرد چکر کھاتا ہوا مع اپنے پورے نظام شمسی کے اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے، سورج کا مستقر وہی ہے جہاں سے کہ سورج نے چلنا شروع کیا ہے، ہماری زمین کے شمار سے سورج کا یہ دور پچاس ہزار برس میں پورا ہوگا۔ یعنی جس دن سے سورج نے مقررہ دائرہ پر جس نقطہ سے چلنا شروع کیا ہے پورا دائرہ گزر کر اسی نقطہ پر پہنچنے میں ہمارے زمینی حساب و شمار سے پچاس ہزار برس لگیں گے یہ سورج کے مستقر کا ایک دن ہے۔

جب سورج فلکی دور ختم کرکے اپنی قرارگاہ پر ٹھہر جائے گا تو نظام شمسی میں تغیر واقع ہوگا۔ آٹھوں کرّ ے جو نظام شمسی کے ماتحت حرکت میں ہیں ٹھہر جائیں گے۔

تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ‌ۚ﴿۴﴾ (المعارج ۷۰۔۴)

فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھیں گے ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے۔

جب سورج اپنے مستقر کا ایک دن جو ہمارے زمینی پچاس ہزار برس کے برابر ہے پورا کرکے اپنے مقام پر پہونچے گا تو دنیا میں انقلاب عظیم برپا ہوگا سب ملائکہ اور ارواح اوپر چڑھیں گے۔ زمین پر کوئی متنفس زندہ نہ رہے گا۔

آٹھ کرّے

ہماری دنیا آٹھ (۸) کرّوں پر مشتمل ہے اور ان سب کو سمائے دنیا گھیرے ہوئے ہے۔

زیادتِ تبصرہ کے لئے یہ آیتِ کریمہ پڑھو

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ (الحاقۃ ۶۹۔۱۷)

تیرے رب کا عرش قیامت کے دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہونگے۔

اور آٹھ کی تخصیص پر غور کرو۔

اہلِ نظر کی معلومات کا ذریعہ آلات ہیں جن میں ظاہری آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اہلِ بصر کی معلومات کا ذریعہ مراقبہ ہے جس میں باطنی آنکھ سے دیکھتے ہیں، غلطی کا احتمال دونوں ذریعوں کے مشاہدات میں ہے اس لئے انبیاء نے آسمانی رازوں سے متعلق جتنی معلومات سے ہم کو آگاہ کیا ہے اس میں تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور نہ اس میں کسی غلطی کا احتمال ہے اور جو راز ہم کو آلات سے یا مراقبہ سے معلوم ہوں اُن پر ہم کو وثوق اور یقین کے ساتھ کوئی قطعی حکم نہیں لگانا چاہئے یہ تجرباتی یا مشاہداتی معلومات صرف ہمارے ذہن اور فہم کو بڑھاتی ہے۔

تفکر کے لئے قرآن حکیم میں جس قدر معلومات سے ہم کو آگاہ کیا گیا ہے اس سے زیادہ معلومات کی درحقیقت ہماری عقل میں وسعت نہیں ہے اتنی ہی معلومات میں غوروفکر کرنے سے ہمارے ایمان و ایقان میں قوت و تازگی پیدا ہوسکتی ہے۔

تفکر کا مقصود یہ ہے کہ بندے اپنے معبود کو اس کی آیات سے پہچانیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴿۱۰۵﴾ (یوسف ۱۲۔۱۰۵)

اور کتنی ہی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں مگر غافل لوگ اُن پر سے گزر جاتے ہیں اور نظر غور سے دیکھتے تک نہیں۔

آیات

دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب ایک خاص تنظیم کا تابع ہے، سورج، چاند، ستارے سب ایک زبردست قاعدے میں جکڑے ہوئے ہیں پانی، ہوا، روشنی، حرارت سب ایک ضابطے کے پابند ہیں، جمادات، نباتات، حیوانات سب ایک مقررہ قانون کے مطابق نشوونما پاتے ہیں کائنات کی کوئی چیز قاعدے، ضابطے اور قانون فطرت کے خلاف بال برابر جنبش نہیں کرسکتی یہی ہمہ گیر تنظیم ہے جس پر غوروفکر کرنے سے ربّ العالمین کی ہستی اور اس کی صفات کا یقین ایمان میں استحکام پیدا کرتا ہے۔

جس طرح آسمانوں میں اور زمین میں قدرت کی نشانیاں ہیں اسی طرح خود ہماری ہستی میں بے شمار نشانیاں ہیں۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴿۲۱﴾

(الذاریات ۵۱۔۲۰ تا ۲۱)

اور یقین والوں کے لئے زمین میں نشانیاں ہیں اور خود تمہارے وجود میں بھی ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں۔

جو طریقہ پیدائش کا قدرت نے مقرر کردیا ہے، اسی طریقہ سے پیدائش

ظہور میں آتی ہے اور جو طریقہ زندگی کے لئے مقرر ہو چکا ہے اسی کے مطابق سانس چلتی ہے، پانی، غذا، حرارت، روشنی اثر انداز ہوتے ہیں، دل کی حرکت، خون کی گردش، سانس کی آمدورفت ، مقررہ طریقہ پر کام کرر ہے ہیں، دماغ معدہ، پھیپھڑے، اعصاب، عضلات، ہاتھ پاؤں، زبان، آنکھیں، کان، ناک، سب قدرت کی عجیب وغریب نشانیاں ہیں۔

بڑے سے بڑا کرّہ اور چھوٹے سے چھوٹا ذرہ قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کی ایک نشانی ہے جس کو چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو وجدان وضمیر کی صدا ہوتی ہے

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

(آل عمران ۳۔۱۹۱)

اے پروردگار! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا تو پاک ہے تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو

اگر ایک سلیم العقل انسان آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب چیزوں پر غور کرے اور ان کی خلقت کی غرض و غایت پر نظر ڈالے تو اس کو معلوم ہوگا کہ کائنات کی ہر چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان ذرہ سے لیکر آفتاب تک سب اپنے مقررہ طریقہ سے سرمو انحراف نہیں کرسکتے ہر شے اپنی تقدیر پر چل رہی ہے اور زبان حال سے اپنے خالق کی یکتائی و بے ہمتائی کا اظہار کررہی ہے۔

أَفَلَمْ يَنْظُرُوٓا إِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴿۶﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَأَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَأَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿۷﴾ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۸﴾ (ق ۵۰۔۶تا۸)

کیا لوگوں نے کبھی آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا کہ کس خوبی کے ساتھ ہم

نے فضائے سماوی کو مزین کیا ہے اور اس کے منظر میں کیسی خوشنمائی پیدا کر دی ہے اور کس عمدگی سے آسمان کو پھیلایا ہے کہ اس میں کہیں شگاف تک نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ بلند کئے اور طرح طرح کی نباتات اُگائیں تاکہ رجوع کرنے والے بندے ان نعمائے الٰہی سے بصیرت و ہدایت حاصل کریں۔

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ (النحل ۱۶۔ ۱۳)

اور جو پیداوار تمہارے لئے زمین میں مختلف رنگتوں کی پھیلا دی ہے اس میں بھی دانشمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ (فاطر ۳۵۔ ۲۸)

اور انسان، جانور، چوپائے طرح طرح کی رنگتوں کے۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾

(فاطر ۳۵۔ ۲۷)

اور پہاڑ گوناگوں رنگتوں کے سفید، سرخ اور کالے بُھجنگ۔

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِىْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَىْءٍ ؕ (النمل ۲۷۔ ۸۸)

اللہ ہی کی صنعت کاری ہے جس نے ہر چیز نہایت درست و استوار بنائی۔

الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۲﴾ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ﴿۳﴾ (الاعلیٰ ۸۷۔ ۲ تا ۳)

نے ہر چیز پیدا کی پھر اُسے تناسب بخش کر ایک مقررہ اندازہ پر چلا دیا۔

الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿۷﴾ فِىْۤ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ ﴿۸﴾

(الانفطار ۸۲۔ ۷ تا ۸)

جس نے تمہیں بھی پیدا کیا پھر اعتدال و تناسب کے ساتھ جیسی صورت بنانی چاہی ترکیب دیدی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝۳۸ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ (الدخان ۴۴۔۳۸تا۳۹)

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض کھیل تماشہ نہیں بنایا جو کچھ بنایا ہے حق کے ساتھ بنایا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

فکر کا نتیجہ یقین ہے جب تک یقین کامل حاصل نہ ہو اطمینانِ قلب میسّر نہیں ہوتا۔ یقین ہی وہ زینہ ہے جس پر چڑھ کر انعام یافتہ لوگوں کے درجہ تک رسائی ہوتی ہے۔

انعام یافتہ لوگوں میں انبیاء ، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں انبیاء تو وہ بندگانِ خاص ہیں جن کا مرتبہ تمام بنی نوعِ انسان سے افضل ہے۔

انبیاء کے بعد جس طرح انعام یافتہ تین طبقوں میں منقسم ہیں یعنی صدیقین، شہدا اور صالحین اسی طرح عامۂ مومنین بھی تین طبقوں میں منقسم ہیں، متقی، محسن اور صادق۔

متقی کی تعریف یہ ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ (البقرۃ ۲۔۲تا۳)

یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ان متقیوں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہماری عطا فرمائی ہوئی روزی میں سے نفقہ کرتے ہیں۔

جو لوگ امورِ غیبیہ پر ایمان رکھتے ہیں اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ

خیرات بھی کرتے رہتے ہیں یہی لوگ متقی ہیں، جب اتقامیں کامل ہو جاتے ہیں تو صالحین میں شامل ہوتے ہیں، صالحین وہ لوگ ہیں جو خیر مجسم یعنی سرتا پا نیکی ہوتے ہیں۔

محسن کی تعریف یہ ہے۔

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝۳ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ (لقمان ۳۱۔ ۳ تا ۴)

ہدایت اور رحمت محسنوں کے لئے ہے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

شریعت کی سچی اور صحیح اتباع کو احسان کہتے ہیں جب کوئی شخص کامل طور سے متبع سنت و شریعت ہوتا ہے تو اس کو شہادت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس درجہ پر علمائے دین فائز ہوتے ہیں، عالم باعمل کو شاہد بھی کہتے ہیں۔

شاہد کے معنے چشم دید گواہ کے ہیں اور شہدا اسم مبالغہ ہے جب انسان نیک عملی کی راہ میں استقامت حاصل کرتا ہے اور آیات ومخلوقات میں غور وفکر کرتا رہتا ہے تو مشاہدہ کا دروازہ کھلتا ہے اور صدق ویقین کے ساتھ شہادت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ شہید دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جو صحیح الاعتقاد اور صالح الاعمال ہیں جان و مال سے راہِ حق میں مجاہدہ کرتے ہیں یعنی فرائض عبودیت کی بجا آوری میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے اور اپنی پاکبازی ونکوکاری کے صلہ میں انعام سے سرفراز فرمائے جاتے ہیں، دوسرے شہید وہ ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ میں مارے جاتے ہیں ان پر یہ انعام ہوتا ہے کہ شہادت کے ساتھ ہی حیاتِ اخروی نصیب ہوتی ہے۔

صدیقین کا مرتبہ شہدا سے بلند ہے۔

صادق کی تعریف یہ ہے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ (الحجرات ۴۹۔۱۵)

جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں مجاہدہ کیا یہی لوگ صادق ہیں۔

جب شک و شبہ سے پاک ہو کر صداقت کے ساتھ جان و مال سے مجاہدہ کرتے ہیں تو پھر صدیقین میں شامل ہوتے ہیں یہی لوگ عارف باللہ اور اولیاء اللہ ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ (النساء ۴۔۶۹)

جو اطاعت کرے اللہ اور رسول کی تو وہ ان کا ساتھی ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین شہدا اور صالحین اور یہ سب اچھے رفیق ہیں۔

مومنین متقی صالحین میں، عالم باعمل شاہد و محسن شہدا میں، اور صادق و مجاہد صدیقین میں شامل ہوتے ہیں۔ انعام یافتہ لوگ وہ ہیں جو تقربِ الی اللہ کی نعمت سے مشرف ہیں۔

جو لوگ مخلوقات پر غور و فکر کی نظر نہیں ڈالتے اور ربّ العالمین کی بخشائشوں اور نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے وہ ہر طرح کی سعادت و فلاح سے محروم رہتے ہیں۔

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ

اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ﴿۱۷۹﴾ (الاعراف ۷۔۱۷۹)

ان کے دل ہیں مگر سمجھتے نہیں ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ان کے کان ہیں مگر سنتے نہیں ان کا حال جانوروں کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی بدتر یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

جن لوگوں کی زندگی جانوروں کی طرح گزر رہی ہو وہ سعادت و فلاح سے کب بہرہ یاب ہوسکتے ہیں، سعادت و فلاح تو اُن لوگوں کا حصہ ہے جو اپنی ہستی پر گردوپیش کے احوال پر، اللہ کی قدرتوں اور نعمتوں پر غور کرتے ہیں اور اس کی رحمتوں کا شُکر بجالاتے ہیں۔

بندوں کو مخلوقات میں غوروفکر کی بار بار ہدایت کی گئی ہے تاکہ اپنے رب کی معرفت حاصل ہو۔ فکر فی الخلق سے دماغ کے دریچے کُھل جاتے ہیں اور تعقل وتدبر کے وسیع میدان نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ جن لوگوں میں تقرب الی اللہ کی طلب صادق ہوتی ہے وہ اپنی صلاحیت واستعداد کے بموجب اپنی مراد کو پہنچتے ہیں اور جن لوگوں کا میلانِ طبع سطحی ہوتا ہے وہ اپنے تفکر وتعقل کی قوت اور اپنے تدبر وتجربہ کی وسعت کے مطابق حصّہ پاتے ہیں۔

آج دنیا میں جس قدر علوم وفنون ہیں یہ سب غوروفکر کے نتائج ہیں جتنی ایجادات واختراعات پائی جاتی ہیں یہ سب تعقل وتدبر کی رہینِ منت ہیں۔

طریقت میں فکر ایک ضروری رکن ہے اس کے بغیر سعادت وفلاح کی راہیں نہیں کھلتیں۔

اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۟ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَاۤ

اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝۸
(الروم ۳۰۔۸)

کیا لوگ کبھی اپنی ہستی میں فکر نہیں کرتے اور نہیں سوچتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو محض بیکار و عبث نہیں بنایا حق کے ساتھ بنایا ہے اور اس کے لئے خاتمہ کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے درحقیقت انسانوں میں سے بہت لوگ اپنے رب کی حضور میں حاضر ہونے ہی کے منکر ہیں۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝۳۶ (القیمۃ ۷۵۔۳۶)
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱۵
(المؤمنون ۲۳۔۱۱۵)

کیا انسان سمجھتا ہے کہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار و عبث پیدا کیا ہے اور کیا تم ہماری طرف لوٹنے والے نہیں۔

آسمانوں اور زمین میں اور خود اپنی ہستی میں غور و فکر کی ہدایت کا یہ منشاء نہیں کہ ہم ان چیزوں کی حقیقت و ماہیت دریافت کریں کیونکہ یہ بات ہماری ناقص عقل اور ہمارے محدود فہم و ادراک کے لئے محال ہے بلکہ فکر کا یہ مطلب ہے کہ نظامِ کائنات پر غور کریں جب ہم زمین سے آسمان تک اور ذرہ سے آفتاب تک غور و فکر کی نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو ضبط و تنظیم اور تدبیر و تقسیم کا ایک نہایت مضبوط و منظم سلسلہ مشہود ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ وجدانی طور پر یقین دلاتا ہے کہ ایسا شاندار بے عیب کارخانہ جس کے تمام مفردات و مرکبات اور جملہ اعمال و مظاہر تناسب و موزونیت کے حامل ہیں ایک حی القیوم ذات کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا ایک جامعہ جمیع صفات اور ہر نقص و زوال سے پاک ذات کا یقین بندہ کو اپنے معبود

سے قریب کرتا ہے اور اپنی صلاحیت و استعداد کے بموجب معرفتِ رب نصیب ہوتی ہے۔

عرش و کرسی

عرشِ عظیم جہانِ نور میں ہے اور جہان نور سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر سب جہانوں پر محیط ہے اس جہان کو زبان نبویؐ میں عما کہا گیا ہے۔ جس کا جاننا عقلِ انسانی کی رسائی سے بالا ہے کیونکہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے مخلوق کی رسائی نہیں اس جہاں میں نور کی شدت کا یہ عالم ہے کہ معراج کی شب میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت جبریلؑ نے کہا تھا کہ اگر میں ایک بالش بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں جب روح القدس بھی اس جہان میں جل کر نابود ہو جائے تو پھر عقلِ انسانی کی رسائی کہاں؟

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچائے گئے تو تجلی الٰہی سدرۃ المنتہیٰ پر متجلی ہوئی سدرہ پر جلوہ چھا گیا۔

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ﴿۱۸﴾ (النجم ۵۳۔ ۱۶ تا ۱۸)

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا نگاہ نہ بہکی نہ حد سے بڑھی یقیناً اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

تجلی ذات کی تاب کوئی نہیں لاسکتا اس لئے سدرہ پر جلوہ افگنی ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سدرہ پر جلوہ دیکھا یہ وہ شرف تھا جو کسی اور بشر کو حاصل نہ ہوا۔

کرسی سے تختِ حکومت مراد ہے

اور کرسی کی تعریف یہ ہے کہ وہ زمین اور سات آسمانوں پر پھیلی ہوئی ہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ (البقرۃ ۲-۲۵۵)

کرسی کا مقام سورج ہی ہوسکتا ہے سورج کی ضیاء زمین اور سات آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہے، جس طرح سورج کی کرنیں زمین اور آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں اس طرح کرسی سے امر الٰہی کا نفاذ زمین اور سات آسمانوں میں ہوتا ہے کرسی کے معنے تخت کے ہیں، ملاءِ اعلیٰ سے جب امرِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو پہلے سورج میں جہاں اللہ ربّ العالمین کا تخت حکومت ہے نازل ہوتا ہے پھر وہاں سے زمین اور سات آسمانوں میں اس کا نفاذ و اجرا ہوتا ہے۔

عالمِ بالا کا ایک دن ہماری زمین کے ایک ہزار برس کے برابر ہوتا ہے اللہ جل شانہ ہر دن ایک شان میں ہے اس کے امر ہر دن نازل ہوتے ہیں۔ اور پہلا امر اوپر چڑھ جاتا ہے مگر وہاں کے ہر ایک دن میں ہماری زمین کے ایک ہزار برس گزر جاتے ہیں۔ اس لئے ہماری دنیا میں ہر ہزار برس کے بعد تدبیری امور بدلے جاتے ہیں۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ (السجدۃ ۳۲-۵)

اللہ آسمان سے زمین تک امر کی تدبیر کرتا ہے پھر امر اُس کی طرف چڑھتا ہے ایک دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار برس ہے۔

عالمِ بالا سے ہر روز اور ہمارے زمینی شمار سے ہر ہزار برس کے بعد امرِ الٰہی کا نزول کرسی پر ہوتا ہے اور کرسی سے ہر شب اور ہمارے زمینی شمار سے ہر ہزار ماہ کے بعد امر اور ارواح کا نزول قطب شمالی میں ہوتا ہے۔ جہانِ کرسی میں ایک

دن ہمارے زمین کے ایک ہزار مہینے کے برابر ہوتا ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝٣ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝٤ (القدر ۹۷۔ ۳ تا ۴)

قدر کی رات میں جو ایک ہزار ماہ سے ممتاز ہے اللہ کے حکم سے ملائکہ اور روح سب احکام لیکر اترتے ہیں۔

اور قطب شمالی سے ہماری زمین کے قمری حساب کے مطابق ہر سال شعبان کی پندرھویں شب میں سب انتظامات اور پیدائش و موت کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

نظام شمسی کی تنظیم پر جو ملائکہ مامور ہیں ان کے سرخیل حضرت اسرافیلؑ ہیں جن کو صرفیائیل بھی کہتے ہیں۔ اور جو ملائکہ کرۂ ارض پر متعین ہیں ان کے سرخیل حضرت عزرائیلؑ ہیں۔ حضرت اسرافیلؑ کا مقام سورج اور حضرت عزرائیلؑ کا مقام چاند ہے۔

دنیا کی عمر

ایک عارف نے "كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝٢٩" (الرحمٰن ۵۵۔ ۲۹) کی تفسیر میں بیان کیا کہ شان سے مراد تجلی صفات ہے اللہ جل شانہٗ ہر دن ایک شان میں ہے یعنی ہر دن ایک صفت متجلی ہوتی ہے۔

ذات کا مظہر صفات ہیں اور صفات کا مظہر موجودات و مخلوقات ہیں۔

صفاتِ الٰہی بے شمار ہیں امہات صفات ستر ۷۰ ہیں اللہ جل شانہٗ نے بے شمار عوالم پیدا فرمائے ہیں جن میں ایک ہماری دنیا بھی ہے۔

اللہ جل شانہٗ ہر روز ایک عالم پیدا فرماتا ہے جو تین عالم پر مشتمل ہوتا ہے۔
عالمِ ارواح ونفوس، عالم صور معلقہ، عالمِ عناصر ومرکبات یا موجوداتِ ممکنہ۔

موجودات کی دو قسم ہیں۔ واجب اور ممکن۔ موجودات واجب یہ ہمیشہ سے ہیں ہمیشہ رہیں گی اور موجودات ممکنہ حادث اور زوال پذیر ہیں۔

عالمِ صَور معلقہ یا عالم وجود میں ہر چیز عالم ظاہر میں نمودار ہونے سے قبل مثالی وجود اختیار کرتی ہے۔

عالمِ ارواح ونفوس امرکن سے وجود میں آتا ہے، روحیں عالم صور معلقہ میں اتر کر علم الٰہی کے بموجب مثالی بدن اختیار کرتی ہیں اور نفوس عالمِ صور معلقہ میں اتر کر ارادۂ الٰہی کے مطابق ہیولیٰ اختیار کرتے ہیں۔

جو عالم اللہ جل شانہٗ پیدا فرماتا ہے اس کی عمر ستر دن کی ہوتی ہے،حرف ''کُنْ'' کے عدد بھی ۷۰ ہیں، ہر عالم پر صفات متجلی ہوتی ہیں ہر دن ایک تجلی جلوہ فرما ہوتی ہے جب ستر دن میں تجلیات صفات ہو جاتی ہے۔تو اس عالم پر قیامت آجاتی ہے۔ ہماری دنیا کی عمر بھی ستر دن کی ہے عالم بالا کا ایک دن ہمارے شمار سے ایک ہزار برس کا ہوتا ہے پس ہمارے شمار سے ہماری دنیا کی عمر ستر ہزار برس کی ہے۔

ایک دن میں ''ماء'' کا وجود ہوا۔

بارہ دن تک ''ماء'' جوش زن رہا اور جوش سے اس میں مختلف اجزا کا وجود ہو کر ہوا اور دیگر عنصری و مادی ذرات کی تخلیق ہوئی۔

چھ دن میں دنیا بنی زمین اور سات آسمان خلق ہوئے۔

پچاس دن نظام شمسی کا قیام رہے گا۔

ایک دن قیامت کا ہوگا۔

یہ سب ستر دن ہوئے۔ نظام شمسی آیۃ کریمہ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ کا مظہر ہے۔ حرف ن کے ۵۰ عدد ہیں اور وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ کے ۵۸۹ عدد ہیں، عالم بالا کے ۵۰ دن میں آفتاب اپنے گرد ۵۸۹ گردش کرکے اپنے مستقر پر پہنچ کر ٹھہر جائے گا۔

جب آفتاب ٹھہر جائے گا تو وہ آٹھوں کرّے ایک زمین اور سات آسمان بھی جو نظام شمسی کے ماتحت حرکت میں ہیں ٹھہر جائیں گے اور نہایت مہیب و شدید انقلاب رونما ہوگا۔

روشنی کرسی سے پھیلتی ہے جو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا مظہر ہے، آفتاب میں جو آتشیں سمندر موجیں مار رہا ہے یہ کرسی کے انوار ہیں جو شعلہ کی طرح دہک رہے ہیں یہ نور ہی آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے۔

ہمارے زمینی حساب وشمار سے پچاس ہزار برس پورے ہونے پر آفتاب کی حرکت و گردش ختم ہوجائے گی اور قیامت واقع ہوگی۔

اللہ ربّ العالمین نے حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷ (الانبیاء ۲۱۔۱۰۷)

ہم نے تجھ کو سب جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آیۃ کریم کے ۱۳۵۰ عدد ہیں ایک ماہر علم الاعداد نے بتایا کہ حضرت کی تاریخ وفات سے تیرہ سو پچاس برس تک دنیا والوں پر کوئی عالمگیر آفت نہیں آئی۔ اوائل ربیع الاول ۱۱ ہجری میں وفات ہوئی چنانچہ ۱۳۶۱ ہجری کے بعد سے ساری

دنیا میں شدید انقلابات رونما ہیں اور آثارِ قیامت شروع ہوگئے ہیں۔

دنیا پر جو شدائد و مصائب نازل ہیں اور اہل دنیا جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں اس کی کوئی مثال گزشتہ تاریخ عالم میں نہیں ہے دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں تباہیاں اور بربادیاں نہ پھیلتی جاتی ہوں ہمہ قسم کے عذاب پیہم و مسلسل نازل ہورہے ہیں۔

علم الاعداد کو حضرت آدم علیہ السلام کی الہامی اختراع کہا جاتا ہے اس فن سے اہم نتائج مستخرج ہوتے ہیں۔

آثار و قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قیامت قریب ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① (القمر ۵۴۔۱)

ساعت قریب آئی اور چاند شق ہوا۔

قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چاند تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی کیونکہ چاند سے زہرہ اور عطارد تک رسائی کا امکان ہے اگر آدمزاد کو اپنی ان مساعی میں کامیابی ہوگئی تو پھر مریخ اور مشتری تک اور اس سے بھی آگے زحل، طارق اور شعریٰ تک رسائی ممکن ہوگی۔

اگر آدمزاد سات آسمان تک پرواز نہ کرسکا تو کیا عجب کہ سات آسمانوں کے جاندار ہر بلندی سے کرۂ ارض پر اترنے لگیں کیونکہ سات آسمانوں میں جاندار مخلوق کا وجود بتایا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم زمین اور آسمانوں کی جاندار مخلوق کو جمع کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

حشر میں زمین اور سات آسمان کی مخلوق جمع ہونگی ہی مگر اللہ قادر چاہے تو حشر سے قبل بھی جمع کرسکتا ہے اور کیا عجب کہ یہی وہ آسمانی مخلوق ہو جس کو یاجوج

ماجوج کہا گیا ہے جو ہر بلندی سے اتر یگی جس کو قربِ قیامت کی علامت میں سے کہا گیا ہے۔

ایک بڑی نشانی دابتہ الارض کا خروج بھی ہے۔ بعض مفکر اس عجیب الخلقت حیوان ناطق سے یاجوج ماجوج ہی مراد لیتے ہیں۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

تجلیاتِ اسماء وظہورِ صفات

جب ارادہ الٰہی ہوا کہ دنیا بنائے تو "کُنْ" کہا یہ کُنْ کہنا ذات کی تجلی تھی، اسم ذات کا جلوہ پانی کی شکل میں زیر عرش پھیل گیا۔ یہ مشیتِ الٰہی کا پہلا دن تھا۔ پھر بارہ دن تک ذاتِ اعلیٰ کی بارہ صفات اس پانی پر جلوہ فگن ہوئیں ہر روز ایک تجلی جلوہ آرا ہوئی۔ جب یہ بارہ صفات،

رَّحْمٰن، رَّحِیْم، مَلِك، قُدُّوس، سَلَام، مُؤْمِن، مُهَیْمِن، عَزِیْز، جَبَّار، مُتَکَبِّر، خَالِق، بَارِی

جلوہ افراز ہوگئیں تو پانی میں خواص اور اجزا اور قویٰ پیدا ہو کر ایک جوش اُٹھا اور پانی سے بخارات نکل کر بشکل دائرہ محیط ہو گئے اور بچے ہوئے منجمد اجزا سے زمین اور سات آسمان پیدا ہوئے۔ یہ سب چھ دن میں ہوا، ان چھ دنوں میں یہ چھ صفات جلوہ آرا ہوئیں۔

مُصَوِّر، بَدِیْع، قَادِر، حَفِیْظ، قَوِی، رَب

اس کے بعد پورے نظامِ دنیا پر ایک ساتھ یہ پچاس صفات متجلی ہوئیں۔

اَحَد، صَمَد، وَاحِد، قَهَّار، وَهَّاب، رَزَّاق، فَتَّاح، غَفَّار، اَوَّل

آخِر، ظَاهِر، بَاطِن، نُوْر، عَلِيْم، شَهِيْد، حَكِيْم، لَطِيْف، خَبِيْر، سَمِيْع، بَصِيْر، حَلِيْم، غَفُوْر، شَكُوْر، عَلِي، عَظِيْم، كَرِيْم، رَءُوْف، كَبِيْر، مَجِيْد، وَدُوْد، قَرِيْب، مُجِيْب، حَق، وَلِي، حَمِيْد، وَكِيْل، قَدِير، تَوَّاب، عَفُو، غَنِي، جَامِع، رَقِيْب، مُقِيْت، حَسِيْب، بَر، وَاسِع، حَيّ، قَيُّوْم، رَفِيْعُ الدَّرَجَاتِ، ذُوالْعَرْش

ہر روز ایک تجلی پر توفگن ہوتی ہے جب یہ پچاس تجلیات پر توفگن ہو چکیں گی قیامت واقع ہوگی، قیامت کے دن صفتِ ذوالجلال والاکرام جلوہ آرا ہوگی۔

رحمن سے قیوم تک ٦٦ صفات کی جلوہ آرائی کا مشاہدہ بعض مومنین صالحین کو ان کے حوصلہ وظرف کے مطابق کرادیا جاتا ہے، اللہ بھی اسم صفت ہے مگر چونکہ جامع جمیع صفات ہے ہر صفت اسی کی طرف راجع ہوتی ہے اس لئے اسم ذات کہا جاتا ہے ذات اعلیٰ کی طرف صرف حرفِ ھوٗ کی ضمیر اشارہ کرتی ہے۔

صفت رفیع الدرجات اور ذوالعرش کی تجلی کا مشاہدہ صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص ہے۔

اسم اللہ سے اسم ذوالجلال والاکرام تک ستر اسماء ہیں یہی امہاتِ صفات ہیں ان سے بے شمار صفات نکلتی ہیں۔

صفتِ ذوالجلال والاکرام کی تجلی قیامت کے دن قائم ہوگی۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ (القیٰمۃ ۷۵۔ ۲۲ تا ۲۳)

اس دن چہرے تروتازہ ہونگے اور لوگ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے۔

قیامت

قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا۔

عرشِ عظیم کو کرسی کے اوپر آٹھ فرشتے اُٹھائیں گے۔ اس دن سب فرشتے آسمان کے کنارے پر ہونگے اور سورج عرش عظیم کی روشنی میں ماند پڑ جائے گا۔ زمین اور سات آسمان بھی جو سورج کی روشنی سے روشن ہیں تاریک ہو جائیں گے پھر آسمان کاغذ کی طرح لپیٹا جائے گا زمین کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ زمین اور سات آسمانوں کو بدلا جائے گا۔ پھر سمائے دنیا کو دوبارہ پھیلایا جائے گا اور اس کی وسعت اتنی ہوگی کہ جنت و دوزخ بھی اس کے احاطہ میں آجائیں گے۔ پھر جب تک اللہ ربّ العالمین چاہے گا عالمِ آخرت کا نظام قائم رہے گا۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ؕ (الحاقۃ ۶۹۔۱۶ تا ۱۷)

اور آسمان پھٹ جائیگا پس وہ اس دن ایک محدود حالت میں ہوگا اور اس کے کنارے پر فرشتے ہوں گے اور اس دن تیرے رب کا عرش آٹھ (کرّوں) کے اوپر چھائے گا۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ۙ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾ۙ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ۙ (الحاقۃ ۶۹۔۱ تا ۳)

اور جب آفتاب ماند پر جائے اور سیارے تاریک ہو جائیں اور پہاڑ نابود کر دئے جائیں۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ (الانبیآء ۲۱۔۱۰۴)

جس دن کہ ہم آسمان کو خط کے صحیفہ کی طرح لپیٹیں گے تو جیسے پہلی بار پیدا کیا تھا دوبارہ پیدا کردینگے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ (ابراھیم ۱۴۔۴۸)

جس دن زمین بدل کر دوسری زمین بنائی جائیگی اور آسمان کو بھی بدلا جائے گا اور سب مخلوق اللہ واحد القہار کے سامنے ہوگی۔

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ط (الزمر ۳۹۔۶۷)

اور ساری زمین قیامت کے دن اس کے قبضۂ قدرت میں ہوگی اور ساتوں آسمان بھی لپیٹے ہوئے اس کے قبضۂ قدرت میں۔

نفخِ اوّل

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ (الحاقۃ ۶۹۔ ۱۳ تا ۱۵)

جب صور پہلی بار پھونکا جائے گا اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر یکبارگی ریزہ ریزہ کر دیئے جائینگے تو اس دن واقعہ وقوع پذیر ہوگا۔

قیامت میں دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ نفخ اول سے سب جاندار ہلاک ہو جائینگے زمین اور پہاڑ چکنا چور ہو جائیں گے اور دنیا میں انقلابِ عظیم برپا ہوگا یہی ساعت ہے نفخ دوم سے سب مُردے زندہ ہو کر کھڑے ہونگے یہی حشر ہے، نفخ اور ساعت ہے اور نفخ دوم حشر ہے۔

ساعت سے قبل تین بڑی نشانیاں ظہور میں آئینگی۔

۱۔ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾ (النمل ۲۷۔۸۲)

اور جب اللہ کی بات ان پر پوری ہونے کو ہوگی تو ہم زمین سے ان کے لئے ایک جاندار نکالیں گے جو ان سے بولے گا کہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

۲۔ حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٩٧﴾ (الانبیآء ۲۱۔۹۶ تا ۹۷)

یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے اترنے لگیں اور سچا وعدہ قریب آجائے تو ایک دم سے کافروں کی آنکھیں پتھرا جائیں گی کہ ہائے ہماری کم بختی اس سے ہم غافل تھے نہیں بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔

۳۔ وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٥٨﴾ (الاسراء ۱۷۔۵۸)

اور کوئی بستی نہیں مگر قیامت کے دن سے پہلے ہم اس کو ہلاک کر دینگے یا سخت عذاب دینگے یہ بات کتاب میں لکھی جا چکی ہے۔

مذکورہ تین نشانیوں کے ظہور کے بعد کسی وقت ساعت اچانک آجائیگی۔

وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ ۚ (النمل ۱۶۔۷۷)

اور ساعت کا حکم ایسا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا اور اس سے بھی قریب تر۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿١﴾

(الحج ۲۲-۱)

لوگو اپنے رب سے ڈرو ساعت کا زلزلہ بہت بھاری چیز ہے۔

نفخِ ثانی

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ﴿٦٨﴾ (الزمر ۳۹-۶۸)

پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس ایکدم سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ (الحاقۃ ۶۹-۱۸)

اُس دن تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات چھپی نہ رہے گی۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾

(الانفطار ۸۲-۱۹)

اُس دن کسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا اور سارا معاملہ اللہ ہی کے قبضہ میں ہوگا۔

وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٩﴾ (الزمر ۳۹-۶۹)

اور نامۂ اعمال نکالے جائینگے اور پیغمبر اور گواہ لائے جائیں گے اور لوگوں کے درمیان ٹھیک فیصلہ کر دیا جائیگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

فیصلہ

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝۷ (الشوریٰ ۴۲۔۷)

ایک فریق جنت میں، ایک فریق دوزخ میں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط (الحج ۲۲۔۱۴)

اللہ صالح الاعمال مومنوں کو ایسی جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ط
(المآئدہ ۵۔۷۲)

جوکوئی اللہ کا شریک بنائے اس پر اللہ نے جنت حرام کی ہے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط
(التغابن ۶۴۔۱۰)

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جُھٹلایا وہ جہنمی ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج (النساء ۴۔۱۴۵)

منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہونگے۔

قیامت کے دن سب مُردے اپنے مادی اجسام اور عنصری اجساد میں محشور ہونگے۔

كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ط وَعْدًا عَلَيْنَا ط اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۱۰۴
(النساء ۴۔۱۰۴)

جس طرح ہم نے پہلے پیدا کیا دوبارہ بھی پیدا کرینگے یہ ہمارا وعدہ ہے ہم ایسا ہی

کرنے والے ہیں۔

اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ ؕ۳ بَلٰى قٰدِرِيۡنَ عَلٰٓى اَنۡ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ ۴ (القیامہ ۷۵۔ ۳ تا ۴)

کیا انسان سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کرسکیں گے؟ ہاں ہم قادر ہیں کہ اسکی انگلیوں کے پور تک بنا دیں۔

قیامت کا دن ہمارے ارضی حساب وشمار سے ایک ہزار برس کا ہوگا، نفخ اول سے فیصلہ تک جو زمانہ گزرے گا وہ ایک ہزار سال ہوگا جو عالمِ بالا کے ایک دن کے برابر ہے۔

عالم آخرت

حشر کے بعد جو زندگی ہوگی وہی عالمِ آخرت ہے۔

قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا۔

سمائے دنیا جب پھٹ جائیگا تو اس طرح لپیٹا جائے گا جیسے صحیفہ، زمین اور سات آسمان بدلے جائیں گے، جب نئے آسمان اور زمین بن جائینگے۔تو زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی، انصاف کے ساتھ فیصلہ ہو کر جنتی جنت میں، دوزخی دوزخ میں داخل کر دیئے جائینگے۔

جب نیا آسمان بنے گا تو جنت دوزخ اس کے احاطہ کے اندر آ جائینگے۔ گویا

روحانی دنیا اور مادی دنیا دونوں کو ایک کر دیا جائے گا۔

جنت دوزخ میں رہنے کی مدت نئے آسمانوں اور نئی زمین کے قیام تک بتائی

گئی ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (ھود ۱۱۔۱۰۸)

اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک سمٰوات اور ارض ہیں۔

عالمِ آخرت کے سماوات و ارض کب تک رہیں گے۔

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ (الانعام ۶۔۱۲۸)

مگر جب تک تیرا تب چاہے۔

جنت و دوزخ کی ابدیت مشیتِ الٰہی کے ماتحت ہے، پھر کیا ہوگا؟

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

(الرحمٰن ۵۵۔۲۶ تا ۲۷)

سب پر فنا ہے تیرے رب کی ذات کو بقا ہے صاحبِ جلال و اکرام ہے۔